



## حزب الانصار

(دین کے مددگاروں کا گروہ)

پنجاب کا سب سے بڑا اسلامی تبلیغی ادارہ جو ۱۹۲۹ء سے اسلامی خدمت میں سرگرم ہے جامع مسجد بھیرہ کی عظیم الشان عمارت کی مرمت دارالعلوم روزیہ بھیرہ کا اجراء اور اس کے ماتحت کئی جگہ مدارس عربیہ کا قیام - یتیم خانہ - دارالمبلغین سالانہ تبلیغی کانفرنس غرض ہر طرف سے مسلمانوں کی تعلیمی - اقتصادی اور مجلس اصلاح اور تنظیم کیلئے مسلسل سعی جاری ہیں جماعت کا ترجمان جریدہ شمس الاسلام ہر ماہ بھیرہ سے شائع ہوتا ہے - حزب الانصار کے قائم کردہ دینی اداروں کی امداد اور جریدہ شمس الاسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ لیکر اور جماعت کے معاون بنکر ثواب دارین حاصل کریں -

انتخاب احمد بگٹی کانالہ

ایڈیٹر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)







۷۸۶

ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو  
پابندی وقت شائع ہوتا ہے

مہنگا

مخدوم اعجازی: سید سیاح الدین کا کاخیل

جلد ۲۱ ذیقعد ۱۳۶۹ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۵۰ء شمارہ ۹

فہرست

ترسیل زر و خط و کتابت کا پتہ

مفسر شمس الاسلام  
جامع مسجد بھیرہ (پاکستان)

بدل اشتراک

مونڈ کے لئے ہر کے ٹکٹ ارسال فرمائیں

سالانہ عوام سے

معاونین سے

طلبہ سے

فی پرچہ

۴	بزم انصار
۵	مدینے کی گلیاں و نظم
۶	شذرات
۴۲	تقصیر و بناوٹ اور جھوٹ
۱۴	تعلیمات اسلامی
۱۸	منتخبات القرآن
۱۹	باب الحدیث
۲۰	سیرت عثمانی
۲۳	اللہ علی واجب و نظم
۲۷	تذکرۃ الکرام
۲۹	روٹی اور پیٹ
۳۱	معاشرہ کی اصلاح
۳۴	فلسفہ حج
۴۲	قوم کے جواؤں کے نام

# بزم انصاف

## کار کردگی حزب الانصار

مولوی پیر محمد صاحب مبلغ حزب الانصار نے۔ مونہ ڈپو۔ دھوری۔  
منڈی پھروان۔ گاکھڑا۔ پنڈکو۔ وان میاں۔ بہک ڈاکا۔  
میسلہ۔ ڈھراجھہ۔ کوٹ میاں۔ نصیر پور کلان۔ میاں  
گوندل۔ لیانی۔ کھیلوٹہ۔ سالم۔ وغیرہ وغیرہ مقامات پر احکام الہی کی تبلیغ کی۔  
مولوی محمد عظیم صاحب مبلغ حزب الانصار نے چک نمبر ۱۱  
شمالی ٹھٹہ۔ ڈیرہ جات ولسن پور۔ ڈیرہ جات اجنہالہ۔  
اجنہالہ۔ مرولیا ڈالہ۔ چک نمبر ۳۳ جنوبی۔ چک نمبر ۱۱  
مین لائن۔ پرانہ چبہ۔ لیانی۔ ٹانگو والی۔ وغیرہ  
وغیرہ۔ کا دورہ کیا۔

دارالعلوم غزنیہ میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہے۔ طلبہ کی  
تعداد ڈیرہ سڈک پہنچ چکی ہے۔ تعلیمی حالت نسلی بخش ہے اس  
وقت چار مدرس تدریس کے فرائض تندی سے انجام دے رہے ہیں۔  
الحمد للہ علی ذلک۔

دارالمبطلین مندرجہ ذیل مقامات پر تبلیغی اجلاس منعقد ہوئے  
خضر امیر حزب الانصار تظہ العالی نے۔ گھنورہ۔ کوٹمون۔ چک  
میاں۔ نصیر پور۔ گھلا پور۔ وغیرہ وغیرہ۔ مقامات پر المعروف عنی عن الشکر کی تلقین کی  
مولوی محمد امین صاحب مبلغ حزب الانصار نے چک نمبر ۱۱ شمالی۔  
چک نمبر ۱۱ شمالی ڈالہ۔ چک شیخا۔ سچانی۔ وغیرہ وغیرہ۔ مقامات پر تبلیغ  
کی ہوئی۔

## ہندوستان کے خریداران ضروری گزارش!

ہندوستان کے وہ خریدار حضرات جنہیں چندہ و دیگر عطیات ارسال کرنے ہوں۔  
جب تک ہندوستان و پاکستان کے مابین منی آرڈر یا ویمی پی کا سلسلہ بند ہے۔ اسوقت تک  
وہ اپنی رقوم حاجی فضل الہی عبد المجید صاحب اسوداگرن چائے ۱۱ نوآب مسجد  
سٹوڈیٹ مجبھی سٹی۔ کی خدمت میں بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ اور کوپن میں تصریح کر دیں کہ  
یہ رقم چندہ ”شمس الاسلام بھیرہ“ یا دارالعلوم غزنیہ بھیرہ کی ہے۔ نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں۔ اور  
رقم ارسال کرنے کے بعد اسکی اطلاع دفتر شمس الاسلام بھیرہ (پاکستان) کو بھیج دیں +

(منیجس)

# مدینے کی گلیاں

سناٹیں تمہیں حالِ رشکِ گلستاں ! دکھائیں تمہیں نقشہٴ باغِ رفواں

بتائیں تمہیں مظہرِ نودِ عرفاں کہ ہیں مرکزِ رحمتِ پاکِ یزداں !!

مدینے کی گلیاں مدینے کی گلیاں

یہاں پر برستے ہیں اوار و حدت یہاں پر نمایاں ہیں آثارِ وحدت

یہاں پر ہیں دتے بھی سرشار و حدت لکھنے اس کی جانب طلبِ گار و حدت

مدینے کی گلیاں مدینے کی گلیاں !

یہ کس راہ کی خاک، خاکِ شفا ہے ! یہ کس راہ کی خاک، کانِ ضیا ہے

یہ کس راہ کی خاک، جلوہٴ فزا ہے سنو ! دلِ مرا کچھ صدمے رہا ہے !

مدینے کی گلیاں مدینے کی گلیاں

یہ کس خاک کی بوٹے جساں آ رہی ہے کہ مشکِ سخن کو بھی شرمِ آ رہی ہے

شرفِ باریابی کا کیا پارہی ہے صبا یہ جو کہہ کہہ کے اٹھلا رہی ہے

مدینے کی گلیاں - مدینے کی گلیاں

یہیں پر تو وہ خاتمِ الانبیاء ہیں ! یہیں استراحت میں خیرِ لوری ہیں

یہیں پر تو بآسٹِ حبیبِ خدا ہیں ! کہوں اب نہ کیونکو کہ ہاں خباہتِ انرا ہیں

مدینے کی گلیاں مدینے کی گلیاں

کھلے چاروں باغِ جنت کے در ہیں فرشتوں کے مجمع بھی شام و سحر ہیں

بتاتے ہیں ہم سے جو اہلِ نظر ہیں بہت خوشنما جعفرِ خوب تر ہیں

مدینے کی گلیاں مدینے کی گلیاں

مدینے میں پہونچے تو جنت میں پہونچے محمد کے دامنِ رحمت میں پہونچے

شہرِ دین و دنیا کی خدمت میں پہونچے خوشا بختِ بزمِ رسالت میں پہونچے

مدینے کی گلیاں - مدینے کی گلیاں

تمنا ہے پورا مرا مدعا ہو !!! مدینہ میں پہونچوں وہ بختِ رسا ہو !

قریب آستانِ رسولِ خدا ہو !!! دلِ مضطرب یوں مرا گم رہا ہو !

مدینے کی گلیاں - مدینے کی گلیاں !

# نشريات

(اداسی)

## جشن آزادی

خوشی کے موقع پر خوشی کا اظہار ایک امر فطری اور لعل مستحسن ہے۔ لیکن اسلام میں منہ گئی کے ہر معاملہ کے لئے کچھ حدود مقرر کئے گئے ہیں۔ اور ہر چیز کو فطری حدود کے اندر رکھنے کے لئے کچھ پابندیاں لگا دی گئی ہیں۔ رنج و غم کے موقعوں کے لئے بھی کچھ حدود و قیود ہیں۔ عین تجاذب و کد کا مسلحہ کے لئے جائز نہیں۔ اور مسرت و شادمانی کے وقت بھی خوشیوں کے اظہار کے لئے کچھ ضوابط و پابندیاں موجود ہیں۔ اگر کوئی شخص ایک مسلمان ہوئے کی حقیقت سے ایک خوشی منانا ہو تو اس کو لازماً اس موقع پر شریعت کی ان پابندیوں کا خیال رکھنا ہوگا ورنہ پھر یہ ایک مسلمان کی خوشی نہ ہوگی مملکت پاکستان کا وجود اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اور چاہئے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔ اور اس نعمت کے حصول پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا جائے۔ لیکن عموماً دستور عام کے مطابق پاکستان میں ہر سال ۱۴ اگست کو سالگرہ کے طور پر اظہار خوشی کے لئے جشن منایا جاتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں سرکاری اور غیر سرکاری تمام حلقوں میں کافی تیاریاں کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ یہ خوشی کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ اور اس لحاظ سے اس کے اظہار کے لئے جشن منانے میں نفی کوئی خاص قباحت نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم ایک مسلمان قوم ہوتے ہوئے ایک ”اسلامی حکومت“ کے قیام کی خوشی میں بھی اسلام کی پابندیوں اور حدود اللہ کا کچھ بھی لحاظ نہیں کرتے۔

بجائے اس کے کہ یہ جشن آزادی خدا تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ کے شکر کا حقیقی مظاہر ہو۔ اور ہم خدا تعالیٰ کی بندگی و غلامی کی شان دکھاتے۔ ہم نے اس کو بھی ایک لہو لعب، کھیل تماشہ، جاہلیت جدیدہ کا مظہر اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی پامالی کا ذریعہ بنایا ہے۔ چنانچہ اس دفعہ بھی ۱۴ اگست کو پاکستان کے تمام شہروں میں جشن آزادی کو جس شان کے ساتھ منایا گیا ہے اس کے عینی مشاہدہ اور رپورٹوں سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے خوشی کے اس موقع پر خدا و رسول کو تو بھلا دیا تھا۔ اور اپنی باگیں بالکل خواہشات نفسانی کے ہاتھ میں دی تھیں۔ اور پھر جس طرح جس کسی کی طبیعت نے چاہا بس اسی طرح ”جشن منایا“ اور خدا تعالیٰ کی نعمت کی یہ خوب شکر گزاری کی گئی۔ کہ خدا تعالیٰ کے حدود و ضوابط کو بری طرح پامال کر دیا۔ اور شہروں میں تو شاید کہ پھر بھی کچھ لحاظ رکھا گیا ہوگا۔ لیکن اسلامی حکومت کے خاص مراکز کراچی اور لاہور میں جو کچھ ہوا۔ وہ یقیناً مسلمانوں کے جشن آزادی میں نہ ہونا چاہئے تھا۔ بعض عینی شاہد کے بیانات اور اخبارات کی اطلاعات کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ مرد و زن، اختلاط، رنگ و بو کی جلوه آرائی بے پردگی و بے حیائی، رنگین برقع کے توس قرقش کی ناانہیں تبرج جاہلیت اور تہذیب مغرب کے دوسرے مظاہر یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ اسلام کے پیرو کبھی بھی انتہائی خوشی و مسرت کے موقع پر بھی اختیار نہیں کر سکتے۔ مگر خدا افسوس ان شہروں میں یہ سب کچھ ۱۴ اگست کو ہوا۔ اور پوری ٹھٹھائی اوسے پروا کی ساتھ

خدا و رسول کے احکام کو پس پشت ڈال لیا۔ اور مغرب کی پوری پوری تقلید کی گئی۔ ایسے مواقع پر یہ ذہنیت اللہ تعالیٰ کی نعمت کی یہ بے قدر سی اور یہ اعمال دیکھ کر ہمت ہی صدمہ ہوتا ہے۔ اور ہم پریشان ہو کر یہ سوچتے ہیں کہ خدا انہماستہ ہماری قوم کہیں اس آیت کی مصداق قرار نہ دی جائے۔ اللہ تعالیٰ الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا واحلوا قومہم دارالہولاء۔

## پاکستان کی تیسری لگمر کے موقع پر صحیح پیغام

اس جشن آزادی کے موقع پر عام دستور کے مطابق رسمی طور سے بہت سے پیغام قوم کے نام نشر کئے گئے۔ جن ارباب اقتدار کو نشر و اشاعت کے وسائل و ذرائع پر قابو حاصل ہے انہوں نے ان وسائل کو کام میں لاکر خوب اچھی طرح سے اپنے پیغامات کو پھیلایا۔ بہت سی تقریریں ہوئیں۔ جن میں پاکستان کی ترقیوں کو سراہا گیا۔ اور اس انداز سے کہ اس سے یہ معلوم ہو کہ سب کچھ موجودہ ارباب قیادت کی کامیاب رہنمائی اور خلوص و محنت کا نتیجہ ہے۔ تجارت و زراعت، صنعت و حرفت، سیاست و محنت و اعلیٰ نظم و اتحاد۔ غرض ہر شعبہ حکومت اور ہر شعبہ زندگی کی ترقیوں کا ذکر کیا گیا۔ اور قوم کو تسلی دی گئی۔ کہ حقیقت میں ہم بہت ہی آگے بڑھ گئے ہیں۔ اور حتیٰ کہ ہماری عورتوں نے بھی اب آزادی کی منزل میں قدم رکھا ہے۔ اور انہوں نے مردوں کے شانہ بہ شانہ سفر زندگی طے کرنے کے لئے گھروں کے قید و بند کو توڑا۔ اور بڑھ و نقاب کو پھاڑا ہے۔ اور اگر ملک میں کچھ پریشان حالی اور بے چینی نظر آ رہی ہے۔ یا ہمارے آہ و بکا میں مصروف اور دہلے مائے پھر رہے ہیں تو یہ واقعی میں کسی معیشت کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ چند شور و جھڑپوں کی شرارت ہے۔ جو غلط طور سے ارباب حکومت کو پریشان کرنا چاہتے ہیں۔ اور عربوں، مردوروں اور ہمارے کھڑا کر کے موجودہ گورنمنٹ کے خلاف نفرت

پھیلانا چاہتے ہیں۔ اور ان تمام تقاریر میں ساتھ ہی ان لوگوں کو دھمکیاں بھی دی گئی ہیں۔ الغرض ایک ڈرامائی انداز میں اس عید استقلال اور جشن آزادی پاکستان کے موقع پر یہ سب کچھ کیا گیا ہے۔ مگر جہاں تک حقیقت و واقعیت کا تعلق ہے یہ سب رسمی باتیں عقبن جو ہر شرگاہ اور ہر لیٹ فارم سے کی گئیں۔ اور فضا میں تحلیل ہو کر ختم ہو گئیں۔ ہمارے میں حقیقی پیغام وہ تھا جو مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی طرف سے ہم اگر گت کے اخبار ”قاصد“ میں مسلمانان پاکستان کے نام مندرج ہوا۔ مگر غالباً اس پیغام کو کم ہی لوگوں نے پڑھا، سنا اور سمجھا ہوگا۔ کیونکہ بد قسمتی سے ایسے پیغاموں کو عام قوم تک پہنچانے کے ذرائع اہل حق کو حاصل نہیں ہیں۔ ہم بھی اس کی کثیر اشاعت کو ایک بنیادی مقصد سمجھ کر قارئین کرام تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور شاید آپ حضرات میں سے اکثر لوگوں نے اس پیغام کو پڑھا نہ ہوگا۔ وہ پیغام یہ ہے:

”پاکستان کے تیسرے یوم آزادی کے موقع پر میں تمام باشندگان پاکستان کو یہ یاد دلائمی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ اور اس یاد دہانی کو اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اسلام میں آزادی کا مفہوم اس مفہوم سے بالکل مختلف ہے جو غیر مسلم دنیا میں اس مراد لیا جاتا ہے جو غیر مسلم دنیا کے نزدیک آزادی کا مطلب ہے، کہ ایک شخص ایک قوم اپنی خواہشات کے مطابق کام کرنے کیلئے آزاد ہو۔ لیکن اسلام کی نگاہ میں آزادی کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص ایک قوم خدا کی بندگی کرنے کیلئے آزاد ہو۔ مطلق سے آزاد ہو کر خالق کا غلام بن جانا اسلامی آزادی ہے۔ اور مطلق و خالق دونوں سے آزاد ہونا غیر اسلامی آزادی ہے۔ لہذا ہم کو اپنی سیاسی آزادی کی ہر لگمر کے موقع پر اپنی حیاتیاتی کابائزہ لیکر دیکھتے رہنا چاہیے۔ کہ ہم نے ان دونوں

قسم کی آزادوں میں فی الحقیقت کس قسم کی آزادی حاصل کی ہو۔ اگر واقعی ہم یہ محسوس کریں کہ ایک غیر قوم کی خلافتی نجات پاکر جو آزادی ہمیں نصیب ہوئی ہو۔ اسکو ہم نے اپنے خدا کے حضور نذر کر دیا ہے۔ اور ہمارا انفرادی اجتماعی زندگی ایشیاء و بول کی اطاعت میں بسر ہو رہی ہے۔ تو بلاشبہ ہم کو خوشی و مسرت کا ہر جشن اور فرح و راز کا ہر مظاہرہ زیبِ نیاز ہے۔ لیکن اگر ہم اپنی آزادی کے پچھلے تین سالوں کا محاسبہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچیں کہ ہم صرف غلطی ہی نہیں بلکہ خالق بھی آزاد ہو کر رہ گئے ہیں تو پھر ایک مسلمان قوم ہونے کی حیثیت سے ہماری نوجوانی کا کوئی موقع نہیں ہے۔ جشن منانے کی بجائے ہم کو اپنے غلطی کے حضور ندامت کا اظہار کرنا چاہیے۔ اور سچے دل سے یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری آزادی ایک مسلمان قوم کی سی آزادی ہو۔ نہ ایک غیر مسلم قوم کی سی۔“

(ابوالاعلیٰ مودودی)

**قربانی کا مسئلہ** | گذشتہ سال بھی ہم نے ان صفحات پر اس کا تذکرہ کیا تھا کہ چند مسلمان کملائیولے لیکن اسلامی عقائد و اعمال سے کوسوں دور بھاگنے والے ایک منظم کوشش کے ماتحت اسلام کے ان احکام کو بھی ایک ایک کر کے پاکستان میں مٹانا چاہتے ہیں جو انگریز جیسے جابر و ظالم کا فرقہ و ہندو عیسوی متعصب شریفیہ فرقہ کے دستِ بڑ سے محفوظ رہے ہیں۔ اور اب تک مسلمان کسی نہ کسی انداز میں انکی پابندی کرتے اور نہ لازم سمجھتے ہیں۔ ان احکام اسلامی میں سے ایک قربانی کا مسئلہ ہے۔ دوسرے اعمال میں خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود عموماً مسلمان قربانی کے مسئلہ میں عقیدہ اور عملاً پختہ تھے۔ اور نازک سے نازک حالات میں بھی انہوں نے قربانی کو ترک

نہیں کیا۔ حتیٰ کہ کسی دوسری قوم کے کھنے کی وجہ سے اس پر بھی آمادہ نہ ہو سکتے تھے کہ گائے کی بجائے بھیر بکری کی قربانی کریں۔ کیونکہ وہ اس کو بھی مداخلت فی الدین سمجھتے تھے۔ کہ جب گائے کی قربانی شرعاً ہو سکتی ہے تو ہم کسی دوسرے کی وجہ سے ایک جائز کام کو کیوں ترک کر دیں۔ اور اس سلسلہ میں ہر سال متحدہ ہندوستان کے اندر قربانی کے موقع پر چوکشت و خون ہوتا اور جس قدر ہنگامے ہوتے تھے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں۔ قائدینِ کرام کو یاد ہوگا۔ کہ مطالبہ پاکستان کے سلسلہ میں ہمارے لیڈرانِ کرام اور واعظانِ قوم اور مسلم لیگ کے سرکردہ رہنما جب دلائل و براہین پیش کرتے تھے تو ان میں سے ایک بڑی مضبوط دلیل یہ ہوتی تھی کہ اگر مسلمان کو مستقل خطہ ملک نہ دیا گیا جس میں وہ آزادی کے ساتھ احکام شریعت پر کھلے بندوں عمل کر سکیں اور ملک متحد رہا تو ہندو اکثریت ہم کو یہاں قربانی کرنے نہ دیگی۔ اور اس طرح ہندوستان میں رہ کر ہم ایک اہم مذہبی حکم پر عمل کر دینے سے روکے جائیں گے۔ اور اس مضمون کو پھر جس طرح خطیبانہ شان کے ساتھ بیان کیا جاتا اس کی گہرے شاہد اب تک کانوں میں سنائی دیتی ہوگی۔

گرا فوس! برسوں کی کوششوں، مسلسل جدوجہد، مال و جان، عزت و آبرو اور ہر طرح کی مٹیظیف قربانیوں کے بعد جب پاکستان بنا۔ اور قربانی کے مسئلہ پر ہندوؤں کے ستائے ہوئے مسلمان جب یہ تصور کر کے خوش ہوئے تھے کہ اب تو ہم آزادی کے ساتھ خدا و رسول کے حکم کی تعمیل کر سکیں گے۔ تو ابانک ہی پاکستان کے اخبارات میں مسلمان کملائے والوں کی طرف سے یہ تحقیق شائع ہوئے لگی کہ اسلام میں تو قربانی کا مسئلہ ہی نہیں۔ یہ صرف مولویوں کا اپنا بنایا ہوا مسئلہ ہے۔ یہ مسلمان ہر سال جولا کھوں، کر دھوں اور پیہ جلاؤں کو کچ کر کے فریج کرتے ہیں یہ اسراف و تبذیر ہے۔ اس کی بجائے یہ رقم قومی فنڈ میں داخل کر دینی چاہئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ گذشتہ سال بھی انگریزی



اخبارات اور اردو اخبارات میں خصوصاً علمبردار الحاد اخبار اور ذیلی اس قسم کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ بہت سے حضرات نے ان کا جواب لکھا اور شائع کیا۔ اور اکثر مقامات پر حکومت پاکستان مطالبہ کیا گیا۔ کہ اس طرح کے دل آزاں خلاف مذہب مضامین کی اشاعت قانوناً روک دی جائے۔ اور مسلمانوں کی پوری امت متواتر اپنے جودہ سو برس سے جو عمل سنت ابراہیمی اور سنت رسول اللہ جان کر رہی ہے۔ اس کو بغیر شرعی اور اسراف و تبذیر کہنا یقیناً پوری امت کی تکفیر تو مین ہے۔ اور دل آزاری د تقبیق۔ اس لئے ایسے مضمون نگاروں اور اخبارات کو روکنا نہایت ضروری ہے۔ مگر حکومت کو تو صرف اپنی ذات کے تحفظ کے لئے سیٹھی ایکٹ کی تلوار کو چلانا ہے۔ انہیں اس کی فرصت نہیں کہ شریعت کیسے بھی کبھی قانون کو حرکت میں لا کر ایسے فتنوں کو بند کریں۔ لہذا یہ سلسلہ رکنا نہیں بلکہ جاری رہا۔ اگرچہ ان فتنہ گردوں کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اور مسلمانوں نے پورے طور سے قربانی کی۔ امسال عید الاضحیٰ سے پہلے پھر ان لوگوں نے اپنے منحوس فتنوں کو حرکت دی ہے۔ اور پاکستان ٹائمز میں (جو الحاد پرورد اور روسی نژاد طبقے کا ناقوس خصوصی ہے) پھر اس قسم کے مضامین کی اشاعت شروع ہو چکی ہے۔ جہاں تک مسئلہ کی حیثیت سے قربانی کا تعلق ہے کسی مسلمان کو اس میں شک نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی اطاعت کا اقرار کر کے ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ہنوار دس سال تک یہ قربانی کی ہے۔ کرنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت و یادگار قرار دیا جس کے کرنے کی یہ ترغیب دی ہے۔ قربانی کا طریقہ بتلایا۔ جانوروں کے اقسام بتا۔ اور وقت وغیرہ کی تعیین کی۔ الغرض کسی حکم شرعی کے اثبات کے لئے تمام امت اور ائمہ کرام کے ہاں جو ہر طریقے مقرر ہیں۔

ان کے مطابق قربانی کا حکم یقیناً ایک ثابت شدہ حکم ہے۔ اور اس کے بعد پھر کسی مسلمان کو چون و چرا کی گنجائش نہیں رہتی۔ اقتصاداً دی اور معاشی اعذار کو پیش کر کے فرضی اعداد و شمار شائع کر کے اور قومی ضروریات کو میان کر کے اس حکم کو یونہی ٹالنا نہیں جاسکتا۔ اگر ہم مسلمان یعنی خدا و رسول کے فرمانبردار ہیں تو خواہ اس کی حکمت و مصلحت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہر حال ہم کو تسلیم خم کر کے ماننا چاہئے۔ اپنی خامکار اور ناقص عقلوں کو ہم خدا و رسول کے سامنے بیچ سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کچھ کہنا الحاد کے مساوا اور کچھ نہیں۔ حیرت کی بات ہے ان بد بختوں کو صرف قربانی ہی میں اسراف نظر آرہا ہے۔ اور ان کو مسلمانوں کی رقم خرچ کرنے سے دکھ ہوتا ہے۔ ہرات ہر شہر میں لاکھوں روپیہ سینماؤں کی بھرتی ہوئی آگ میں جل جاتا ہے۔ اور سوائے فحاشی و بد معاشی بے حیاتی و بے مادر و پد آزاہی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا تو کیا یہ اسراف و تبذیر کے علاوہ ساری قوم کی اخلاقی موت کا سامان نہیں؟ کبھی ان روسی اکھنٹوں کو اس کے خلاف بھی لکھنے کی توفیق ہوئی۔ بلکہ وہاں تو دیکھا جاتا ہے کہ یہی لوگ آجرت لیکر اخبارات میں فحش قسم کے اشتہار شائع کر دیتے ہیں۔ اور قوم کو دعوت دیتے ہیں کہ آؤ مال و دولت اور جہیز و دایان، اخلاق و سیرت سب کچھ بیاں قربان کر کے ہر چیز سے خالی واپس جاؤ۔ اور پھر صرف یہ سینا نہیں اسراف و تبذیر اور بی حیاتی و عیانی اور فحاشی کے اور بھی بے شمار ایسے شیطانی کام اب تک ہوئے ہیں جن میں مسلمانوں کے لاکھوں روپیہ روزانہ خرچ ہو جایا کرتے ہیں۔ مگر اس طرف نہ پاکستان ٹائمز کی توجہ ہوتی ہے اور نہ امریکا کی اور نہ ان کے کسی مضمون نگار کی۔ اور نہ اس فتنہ کے اصل منبع و مرکز جناب پرویز کی۔ ہم جانتے ہیں کہ ہماری اس تحریر کا اثر خود ان لوگوں پر کسی طرح نہیں پڑ سکتا۔ اس لئے کہ وہ تو ایک خاص منظم سکیم کے ماتحت

## حکومت اور تنظیم کو

زکوٰۃ کی تنظیم یعنی ایک نظم کے مطابق لوگوں سے وصولی اور

پاکستان سے اسلامی شعائر کو مٹانے کا فیصلہ کئے ہوئے ہیں۔ اور وہ جان بوجھ کر اپنی ساری کوشش اس طرف لگاتے ہوئے ہیں ان کو کوئی غلط فہمی نہیں کہ انہیں سمجھایا جاتے۔ البتہ ہم قارئین کرام کی خدمت میں ضروریہ عرض کرتے ہیں کہ ایسے گروہ کے متعلق آپ کی اسلام پسندی کا فیصلہ کیا ہے۔ کیا ان لوگوں کو کھلے بندوں احکام اسلامی پر تنقید کرنے اور انہیں مٹانے دیا جائے اور ہم خاموش ہو کر بیٹھے رہیں۔ یا اٹھ کر ان کو ایسا مندرجہ جواب دیں تاکہ آئندہ ان کےوصلے پست ہوں۔ اور پھر ان کو اس طرح کی برأت نہ ہو سکے۔ چاہئے کہ ایسے اخبارات کا معاشی مقابلہ کیا جائے۔ ان کو سخت خطوط لکھے جائیں اور تنبیہ کی جائے کہ وہ اس رویہ کو بدل دیں۔ اور نیز جلسوں میں حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اس قسم کی تنقید قانوناً روک دے۔ اور کسی مسلمان کو یہ اجازت کبھی نہ دی جائے کہ وہ اس طرح خود مارا ستین بن اسلامی احکام کی مخالفت میں مضامین شائع کرتا ہے۔

غزادہ مقاصد کا یہ حشر ہو رہا ہے۔ اور اس کے ایک ایک جملہ کی یوں تکذیب کی جا رہی ہے۔ اور قرآن و حدیث کے مطابق مسلمانوں کی زندگی منظم کرنے کی بجائے جہاں کہیں قرآن و حدیث کے مطابق جزیوی سہی عمل ہو رہا ہے وہاں انتشار ذہن و قلب پیدا کر کے اسلامی زندگی کو درہم برہم کیا جا رہا ہے۔ مگر ہماری حکومت کو اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ کہ یہ کیا اندھیر نگری ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو خود اپنے کئے ہوئے الفاظ کا بھی ٹوکھ پاس کرنا چاہئے تھا کہ انہوں نے ہماری مجلس میں تمام دنیا کے سامنے کیا کچھ اقوار دوعلہ کیا ہے۔

پس اے مسلمانو! تمہارے ہاتھ ہی میں اس دھجھوڑا میں سب کچھ ہے۔ اگر ان کو درست کرنا چاہو تو بہ آسانی کر سکتے

خرچ کے لئے حکومت کی طرف سے ایک کمیٹی مقرر ہوئی ہے۔ جس میں چند علماء دین بھی ہیں۔ اور باقی علماء قانون انگریزی۔ یعنی وکیل اس کے ممبر ہیں۔ اور اس کمیٹی کی صدارت ملک خدا بخش صاحب سابق توڈیشل کمشنر شاد کو والہ کر دی گئی ہے۔ اس کمیٹی کی طرف سے ایک سوال نامہ اخبارات میں شائع کیا گیا ہے۔ جو ۳۹ سوالوں پر مشتمل ہے۔ ان سوالات کے جواب میں تفصیلاً کچھ لکھنے کی بجائے ہم ان میں سے اہم اور بنیادی سوال کے متعلق عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ اہم سوال یہ ہے کہ کیا حکومت زکوٰۃ کی اس طرح تنظیم کر سکتی ہے؟

چونکہ سوال میں حکومت کی نوعیت اور اس کے اوصاف متعین طور سے بیان نہیں کئے گئے ہیں۔ اس لئے اس سوال کے جواب میں بھی متعین طور سے جواب نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ اگر حکومت واقعی اسلامی حکومت ہو۔ اس کے سارے قوانین و ضوابط شریعت مطہرہ کے مطابق ہوں۔ اس کے تمام کارکن اپنے آپ کو محامشرہ کے خدام و قہال سمجھتے ہوں۔ اور وہ اپنی حیثیت صرف یہ سمجھتے ہوں کہ ہم خدا کے بندے اور اس کے احکام کے پابند ہیں۔ اور ہم نے یہ ذمہ داری اپنے اوپر اس غرض کے لئے قبول کی ہے کہ ہم کتاب و سنت کے مطابق احکام خدا اور رسول کے ابراہ و تنفیذ میں لگے رہیں گے۔ اور فقراء و مساکین، محتاجوں، بیواؤں اور مسافروں کی خدمت ہمارا فریضہ ہے۔ اور وہ سب کے سب پوری خشیت الہی اور خوف آخرت کے ساتھ یہ کام سرانجام دے رہے ہوں۔ تو یقیناً ایسی اسلامی حکومت کے لئے زکوٰۃ لینا اور خرچ کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ واجب و لازم ہے۔ اور وہ شرعاً مکلف ہے۔ کہ ضرورتاً ایسا نظام قائم کرے۔ اور نہ کرے گی تو

عبداللہ مواخذہ ہوگا۔ ایک اسلامی حکومت کا یہ فریضہ اور شرعی ذمہ داری ہے۔ کہ وہ اغنیاء سے زکوٰۃ وغیرہ واجباً وصول کیا کرے۔ اور پھر قانون شرعی کے مطابق فقراء و مساکین اور دوسری قومی ضروریات اور اہم اجتماعی معاملات میں خرچ کیا کرے۔

لیکن اگر حکومت سے مراد ہمارے ملک کی یہ موجودہ  
ہئیت حاکمہ ہے تو اب تک غیر اسلامی قوانین کو ملک میں چلا  
رہی ہے اور اُسے دین کے اہم شعبوں اور ضروریات کی تکمیل  
سے کوئی سروکار نہیں۔ نہ وہ لوگ روح اسلام سے واقف ہیں۔  
اور نہ اس کے ساتھ کوئی تعلق رکھتے ہیں۔ اور نہ مظاہر اسلام  
کے ساتھ ان کو کوئی ربط و اُسل ہے۔ بلکہ وہ ستر یا انگریزی  
رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ مغربیت کی نگاہ سے ہر معاملہ کو  
دیکھتے اور اسی ذہنیت کے مطابق ہر معاملہ کو سوچتے ہیں۔  
تو یقیناً ذکوۃ کا نظام ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آجائے۔ تو سوائے  
اس کے کہ انفرادی طور سے آج تک غریبوں اور مسکینوں کو کچھ  
مقدار ہلے۔ یا جو نیم خلع اور مدارس و مکاتب آس جلتے رہے  
ہیں وہ ختم ہو جائیں گے۔ اور حکومت کے بڑے بڑے  
افسروں کو جبری تنخواہیں ملا کر دیں گی۔ اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اگر  
ہر شعبہ زندگی میں مسرفانہ اخراجات اور بلوں کا یہ انداز ہو  
جو آج کل ہے تو ذکوۃ وصول کرنے کے بعد ہی ساری زکوۃ  
والعالمین علیہا کی آڑ میں ان محال حکومت کی عیاشانہ  
سفر خرچوں، گراں قدر تنخواہوں اور ان کے الاؤسوں ہی میں  
خرچ ہو جایا کرے گی۔ اور فقراء و مساکین اور سبیل اللہ کی  
دوسری مددوں کے لئے پھر بیت المال میں کچھ باقی نہ رہے گا۔  
لہذا جب تک حکومت صحیح اسلامی اصول کے مطابق دین  
کو جاننے والے متقی اور صالح دستور سازوں کے ذریعہ  
دستور سازی کا کام درست طریقہ سے مکمل نہ کرے اور تمام

ملک میں قانون اور قانون چلانے والوں میں بنیادی تبدیلی پیدا نہ کرے۔ اس وقت تک زکوٰۃ کی تنظیم و وصولی کے مسئلہ کی طرف توجہ نہ کرے۔ ان حالات میں کسی نسخ کی امید نہیں بلکہ بہت سے مفاسد کا اندیشہ قومی موجود ہے۔ اصل دستور سازی کے کام میں تو اس قدر سست رفتاری اور غلط رویہ۔ اور ہزنی مسائل پر توجہ فرمائی۔ ہمارے موجودہ ارباب حکومت کا یہ عجیب رویہ ہے۔

## الشہاب کی ضبطی

**الشناب کی ضبطی** | گورنر پنجاب حضرت شیخ الاسلام  
 مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ

کی کتاب ”الشناب“ رحمہ الخاطف المرتاب“ کہہ حق حکومت پاکستان  
 ضبط کر دیا ہے۔ ہمارے بہت سے احباب اظہار حیرت و استعجاب  
 کر کے پوچھتے ہیں کہ اس کتاب کی ضبطی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟  
 ساری کتاب میں حکومت کے خلاف، حکومت کی مسلمہ پالیسی کے  
 خلاف اور پھر قرارداد مقاصد یعنی اصل بنیاد مملکت پاکستان  
 کے خلاف تو کچھ بھی نہیں لکھا گیا تھا۔ پھر حکومت پنجاب کو اس میں  
 اعتراض کی کوئی بات نظر آئی۔ اس کتاب کے مصنف بھی  
 کو کوئی غیر ذمہ دار اور عدنی باقی قسم کے آدمی نہیں۔ بلکہ شیخ الاسلام  
 بانی پاکستان حقیقی رہنمائے ملک و ملت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ  
 علیہ ہی ہیں جن کا تبحر علمی، ہزم و احتیاط، فقاہت و مہارت  
 علوم دینیہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ نیز یہ کتاب ۲۵ سال سے  
 انگریزی دور حکومت میں علی الاعلان چھٹی اور کبھی رچی ہوئی۔ مگر  
 حکومت نے اس کو ضبط کرنے کی کبھی جرأت نہ کی تھی۔ یہ پسند  
 سوالات میں جو اکثر لوگ ہم سے پوچھتے ہیں۔ اور وہ بنیادی وجہ  
 معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے حکومت نے اس کی طرف  
 ”توجہ کرم“ مبذول فرمائی ہے۔ مگر ہمارے پاس کوئی مقبول جواب  
 نہیں کہ انکو سمجھا سکیں۔ اور انکی خاص تشریح کر سکیں۔ اس لئے بس  
 یہی جواب دیکر انہیں خاموش کرنا چاہتے ہیں۔ اور ”دم دلو فرو بند“

کا مشورہ دیتے ہیں۔ کہ ۳

# تصنع و بناوٹ اور جھوٹ

## کیا اسی کا نام تمدنیہ و ترقی ہے؟

(ادھر)

نمائت بلند آہنگی اور فخر کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ یہ زمانہ تمدنیہ و ترقی کا زمانہ ہے۔ روشنی کا زمانہ ہے۔ عقل انسانی نے بہت ترقی کر لی ہے۔ تمدنیہ و شائستگی اور علوم و فنون کا دور ہے۔ دورِ حاضر کو علوم عقلیہ اور سائنس کی محیر العقول ایجادات اور عظیم المثال ترقیات پر بہت بڑا فخر و ناز ہے۔ یہ فخر و ناز بلاشبہ حق بجانب۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مذہب و ترقی یافتہ انسان نے قدرت کے اسرار کی نقاب کشائی اور قوائے فطرتِ تنجیم میں حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کر لی ہیں۔

لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار اور روشن حقیقت ہے کہ مادی کامرانیوں نے زندگی کے عقدوں کو حل نہیں کیا۔ بلکہ انکو پہلے سے زیادہ لا ینحل بنا کر رکھ دیا ہے۔ مادی ترقیات کے باوجود ملوکیت کا جبر و استبداد پہلے سے زیادہ قہر مانی کیساتھ تباہی پھیلا رہا ہے۔ جمہوریت، قومیت، اشتراکیت اور فسطائیت نے دنیا سے اعلیٰ اخلاقی قدروں اور شرافت و انسانیت کو مٹا دینے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ ہر نظام حق و انصاف اور شرافت و انسانیت کا قلع قمع کر دینے، ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانا چاہتا ہے۔ دنیا بھر میں قدحِ حریت اور شرفِ انسانیت کی بہت بری طرح مٹی پلید ہو رہی ہے۔ اقوامِ عالم نے جن نام نہاد غلبرین و دبیرین اور قومیت کے علمبرداروں کو اپنی اپنی قیادت و حکومت سونپ رکھی ہے۔ وہ کروفریہ

اور جھوٹ و دغا، رقابت و حسد، خونریزی، سفاکی اور ذہنی آزادی کے دیوتا بنے ہیں۔ جن سرداروں، رہنماؤں، بڑوں اور قابل اعتبار لوگوں کو قوموں نے حاکم بنا رکھا ہے۔ ان کا فرض تھا کہ وہ عدل و انصاف، امن و رواداری، شرافت و انسانیت اور اخلاق انسانی کے لوازمات عالیہ کی حفاظت کرتے، انسانوں کو انسانوں پر ظلم کرنے سے روکتے اور انسانوں کی ذہنی اور عملی سطح بلند کرتے، انہوں نے ملوکیت و استعمار کے جوشِ میل اکھٹوں کر ڈروں انسانوں پر اپنی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ اپنی حکومت و اقتدار کے تحفظ کیلئے بیشمار مظلوم انسانوں کو تباہ و برباد کر ڈالا انکا شیوہ، علی الاعلان جھوٹ بولنا انکا کمال، بیجا ہر ذکر کے نوڈ بٹنا انکی فطرت ہے۔ اخلاق انسانی کے لوازمات عالیہ کو مٹانا انکی شہرت و مقبولیت کی بولیں یا پھر کبے غیر ملکی و غیر پھاڑ و لٹا انکا دستور، ضعیفوں کو زور و کا خون چوس لینا انکا حق ہے۔ کیا تمدنیہ و ترقی کے عروج اور انسانی ترقی کے اس کمال انجام میں ہونا چاہیے؟ کیا روشنی اور ترقی کے یہی حتمی ہیں؟ اگر اسکی نا اہمدیہ ترقی جو تو وحشتِ بربریت و ظلم و کی کس چیز

کا نام ہے؟

اجمل کے مذہب ترقی یافتہ انسان | یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج کل لوگ زیادہ مذہب ترقی یافتہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ کے تحت وہی سب زیادہ وحشی و خطرناک اور پچیہ ہیں۔ انکی ظاہری سچ و بیچ اور رکھ رکھاؤ سے انکی جبلت کا کوئی تہ نہیں ہو سکتا انسان کا چہرہ انکی فطرت کا آئینہ ہوتا، جو لوگوں کی سیر کا اندازہ انکی صورت و نقش و نگار سے ہوتا ہے۔ اور ظاہری اطوار اور حرکت

بارک دھوکہ کی ٹٹی بنا کر رکھ دیا ہے۔ ہمیں یہ مان لینا پڑتا ہے کہ الحاد زدہ اور آرٹ گزیدہ انسانوں کی زندگی قدرت و فطرت اور وحی و نبوت کی صراط مستقیم سے ہٹ کر شروع سے آخر تک ایک خوبصورت جھوٹ، ایک دکنش فریب اور لالچنی تصنع بن کر رہ گئی ہے۔

آرٹ کے زہرنے ذہنی و فکری صلاحیتوں کو برباد کر کے کلچر لوگوں کو نقال بنا دیا ہے۔ ان کی تقاضی کی گہرائیوں تک پہنچ کر اصلیت کا پتہ لگانا ناممکن ہو گیا ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ ذہین و طباع ہیں وہ بہتر سے بہتر نقال اور انسانوں کے لئے خطرناک بنے ہوئے ہیں۔

آرٹ کی ابتداء جھوٹ بولنے سے شروع ہوتی ہے۔ دراصل جھوٹ اس عملی آرٹ کے مبادی میں داخل ہے۔ جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا ضرورتاً نہیں بلکہ تفریحا بھی ضروری ہو گیا ہے۔ اس وصف کو ترقی دیکر ایک فن کی حیثیت دیدی گئی ہے۔ آج دنیا میں کوئی کامیابی جھوکے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ جھوٹ جتنا صحرایی اور بے باکانہ ہوتا ہے اتنا ہی دلچسپ اور کامیاب بھی ہوتا ہے۔ جھوٹ نے اس حد تک شہرت و مقبولیت حاصل کر لی ہے کہ سچ کو کوئی دو کوڑی کو نہیں پوچھتا۔ جھوٹ زندگی کے مئے لوٹے ہیں اور سچے اپنی قیمت کو روکے اور آسائش کے لئے ترستے ہیں۔ (باقی صفحہ پر دیکھیں)

## سرخ نشان

دارۂ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہوئی تھی وجہ یہ کہ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی پی ارسل ہوگا جس کے زائد اخراجات بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ قریب اسی منظور نہ ہو قاطعاً لاء دیں۔ خلافا وی پی دیں فراہم کر ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(غلام حسین منیلجہ)

وسکات انکی شیر محکم کو زیادہ سے زیادہ آواز دھکڑا کر دینا لیکن انھیں ہمیں جن دھاتوں کو گھٹے سابقہ طریقے کے اندر دھاتوں اور ظاہری اظہار کو دیکھ کر انکی فطرت و شیر کے متعلق کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے البتہ کو گھٹا دہ ہو بہن جنکی ساری کی ساری زندگی ایک متعل دھوکہ اور ایک مسلسل فریب ہوتی ہے۔ انکی تمام اخلاقی نگہ کیا، فطرت کی کمزوریاں اور شیر کی برائی تصنیع و بنا کے غلبہ پر وہ میں بھی ہوتی ہوتی ہیں جس لئے ہم نالودہم مباد بھی دانا نہیں ہوئے۔

ذہانت انسانیت کیلئے ایک قابل قدر نعمت اور بڑی خوبی ہے لیکن انکی ساری ہانت و فطرت سہل پسندی، آرام طلبی، شہوات نفسانی اور عیاشی و دغا بازی میں خراج ہوتی ہے۔ تہذیب تمدن کے موجودہ ذہن و دماغ میں خصوصیت کے ساتھ یہ صنعتی رازدار پروردہ داری عام ہے۔ ہر ذہن کو فطری کمزوریاں دھات کر کے ایک بنا لیا گیا ہے۔

تعلیم یافتہ نوجوان ضرورتاً نہیں بلکہ شغلاً و تفریحاً اس وصف ”آرٹ“ کا ایک خوبصورت نام بخش کر زندگی کے لوازمات میں مل کر کے پس جو شخص جتنا زیادہ ذہین اور تعلیم یافتہ ہوگا۔ اسی مناسبت سے وہ اس آرٹ میں عمل کرتا ہے جو موجودہ دور میں زندگی کا کوئی پہلو اور کوئی شعبہ اس آرٹ اثرات محفوظ نہیں ہے۔

زندگی آرٹ اور جھوٹ

کادور دورہ تھا افسوس میں گریہ و زاری تمام مذاہب و اقوام متفق تھیں کہ ہماری فطرت و عورت، اقوال و اعمال عادات و فضائل اور سطحی اطوار کے سب سے راست فطرت کے قوانین و احکامات کے تابع ہونا چاہئیں۔ ہماری ساری کی ساری زندگی قدرتی طریقہ کے

مطابق اور مذہبی احکام کے ماتحت ہونی چاہئے تصنع، بناؤ، کمزوریاں اور جھوٹ سے اور غیر فطری طریقہ زندگی سے انسان کی تمام خوبیاں نکلتا اور حسن و جمال خاک میں مل جاتا ہے۔ اور وہ انسانیت کی بلند سطح سے گر کر حیوانیت کے درجہ میں آجاتا ہے۔ لیکن جب سے دنیا میں الحاد و دہریت اور مغربی تہذیب و تمدن کا دور دورہ ہوا ہے۔

اس وقت سے زندگی کا نظریہ ہو گیا ہے کہ آرٹ کی مدد کے بغیر انسانی زندگی بالکل ناممکن ہے۔ یہ زہر انسانی حیات کی رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے۔ جس نے تمدن و سیاست کے تمام کارہ



# تعلیمِ اسلامی

(اداسہ)

## مسائلِ قربانی

**قربانی کس پر واجب ہے؟** جس پر صدقہ فطر واجب ہے، اس پر قربانی کس پر واجب ہے؟ اور اگر اتنا مال نہ ہو جس سے قربانی کرنا واجب ہو تو اسے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے، لیکن اگر گھیر بھی کر دے تو بہت کچھ ثواب پائے گا۔

**مسئلہ ۱۔** مسافر پر جو ہندو دن سے یا اس سے زیادہ کے ارادہ پر کہیں ٹھہرا تو انہو قربانی کرنا واجب نہیں۔

**مسئلہ ۲۔** قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ اولاد کی طرف سے واجب نہیں۔ بلکہ اگر نابالغ اولاد والد یا والدہ بھی ہوتی ہے اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں۔ نہ اپنے مال میں سے نہ اسکے مال میں سے۔ اگر کسی نے اس کی طرف سے قربانی کر دی تو نقل ہوگی لیکن اپنے ہی مال میں سے کرے۔ اسکے مال میں سے ہرگز نہ کرے۔ (ہدایہ ص ۲۸)

**مسئلہ ۳۔** کسی پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا۔ اب اس جانور کی قربانی واجب ہوگئی۔ (در مختار ج ۲ ص ۳۲)

**قربانی کے جانور** **مسئلہ ۴۔** بکری۔ بکرا۔ بھیر۔ دنبہ۔ گائے۔ بیل۔ بھینس۔ بھینسا۔ اونٹ۔ اونٹنی۔ اتنے جانوروں کی قربانی درست ہے۔ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔

**نماز عید الاضحیٰ** (۱) بقر عید کی نماز بھی مثل نماز عید الفطر کے واجب ہے۔

اور ترکیب اس نماز کی وہی ہے جو نماز عید الفطر کی یعنی بعد تکبیر اولیٰ و ثناء اللہ اکبر کہتے ہوئے تین بار رفع یدین کریں۔ یعنی کانوں تک ہاتھ اٹھائیں پہلی دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دو جائیں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر امام فاتحہ و سورۃ پڑھے۔ دوسری رکعت میں بعد فاتحہ و سورۃ رفع یدین کے ساتھ تین بار تکبیر کہیں اور پونہمی تکبیر پر رکوع کریں۔ اور وقت اس کا آفتاب کے بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک ہے۔ اور بعد پڑھنا اس نماز کا مستحب ہے۔ تاکہ اس کے بعد قربانی کرنے میں مصروف ہوں۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ جس میں قربانی اور تکبیرات تشریف وغیرہ کے احکام بتلائے۔ اس نماز کے لئے بھی باہر عید گاہ میں ساتائے سنت موکدہ ہے۔ راستے میں پکار کر تکبیر پڑھتا ہے۔ اور دوسرے راستے سے واپس ہوتا کہ دو تین راستے گواہی دیں۔

(۲) بقر عید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا اچھا نہیں۔ اگرچہ حرام بھی نہیں۔ بہتر یہ ہے بعد نماز کے قربانی میں سے کھائے۔

(۳) تکبیر تشریف ایک دفعہ ہر ایک نماز فرض کے بعد رو کیلئے جہر کہنا واجب ہے۔ امام اور مقتدی اور منفرد دعوت و مرد سب ایک بار اس طرح تکبیر کہیں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ اکبر اللہ اکبر واللہ اکبر طوبیٰ ذی الحجہ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک۔ (یہ مسلک صاحبین رحمہم اللہ کا ہے۔ شامی و بحر نے اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے)

سب ایک بار اس طرح تکبیر کہیں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ اکبر اللہ اکبر واللہ اکبر طوبیٰ ذی الحجہ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک۔ (یہ مسلک صاحبین رحمہم اللہ کا ہے۔ شامی و بحر نے اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے)

**مسئلہ ۲۔** بکرا۔ بکری۔ سال بھر سے کم کی درست نہیں۔ جب پورے سال کی ہو۔ تب درست ہے۔ اور گائے بھینس دو برس سے کم کی نہیں۔ جب پورے دو برس ہو چکیں تب درست ہے۔ اور اونٹ یا بچہ برس سے کم کا نہیں۔ اور نہ بھیرا اگر اتنا موٹا ماند ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو۔ اور سال بھر چلے بھیرہ دنوں میں اگر چھوڑ دو تو کچھ فرق نہ معلوم ہوتا ہو تو ایسے وقت چھ جینے کے ذنبہ اور بھیرہ کی بھی قربانی درست ہے۔ اور اگر ایسا نہ تو سال بھر کا ہونا چاہئے۔

**مسئلہ ۳۔** جو جانور اندھا ہو یا کاننا ہو یا آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو۔ یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو۔ یا تہائی دم یا اس سے زیادہ کٹ گئی ہو۔ تو اس جانور کی قربانی درست نہیں۔

**مسئلہ ۴۔** جو جانور اتنا ننکا ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے۔ چوتھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا۔ یا پوتھا پاؤں رکھتا ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا۔ اسکی بھی قربانی درست نہیں۔ اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلتے میں اس سے سہارا لگتا ہے۔ لیکن ننکا کے چلتا ہے تو اسکی قربانی درست ہے۔ (شامی ج ۲ ص ۲۸)

**مسئلہ ۵۔** اتنا بڑا بالکل مرے جانور جسکی ہڈیوں میں بالکل گوشت نہ رہا ہو۔ اسکی قربانی درست نہیں۔ اور اگر اتنا نہ تو ٹیلے ہونے سے کچھ ہرج نہیں قربانی ہو سکتی ہے۔ لیکن موٹے تانے جانور کی قربانی بہتر ہے۔ (عالمگیری ج ۲ ص ۲۹)

**مسئلہ ۶۔** جس جانور کے بالکل دانت نہوں۔ اسکی قربانی درست نہیں۔ اور اگر کچھ گئے۔ لیکن زیادہ باقی ہیں تو درست ہے۔

**مسئلہ ۷۔** جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں وہ بھی درست نہیں۔ اور اگر ہیں لیکن بالکل چھوٹے تو درست ہے۔ (در مختار)

**مسئلہ ۸۔** جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے۔ تو اس کی قربانی درست ہے۔ البتہ اگر بالکل چڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو درست نہیں۔

**مسئلہ ۹۔** خضی بکری اور مینڈھے کی اور خارش جانور کی بھی درست ہے۔ البتہ اگر خارش کی وجہ سے لاغر ہو گیا تو درست نہ ہو گی۔

**مسئلہ ۱۰۔** اگر جانور قربانی کے لئے خریدیا تب کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس سے قربانی درست نہیں تو اس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے۔ ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی واجب نہیں تو اس کے واسطے وہی جانور درست ہے۔ (در مختار ج ۲ ص ۲۳)

**مسئلہ ۱۱۔** اگر کوئی جانور گابھن ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ پھر اگر بچہ بھی زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کرے۔ (شامی)

**مسئلہ ۱۲۔** گائے بھینس۔ اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا حقیقہ کی ہو۔ صرف گوشت کھانکی نیت نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں سے کم ہو گا تو کسی کی قربانی درست نہ ہو گی۔ نہ اسکی جس کا پورا حصہ ہے۔ نہ اس کی جس کا ساتویں سے کم ہے۔ (عالمگیری)

**مسئلہ ۱۳۔** اگر گائے میں سات آدمیوں کم شریک ہوئے۔ مثلاً پانچ یا چھ اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب سب کی قربانی درست ہو گئی۔ اور اگر آٹھ شریک ہو گئے تو کسی کی درست نہیں۔ (عالمگیری ج ۲ ص ۲۹)

**مسئلہ ۱۴۔** قربانی کے لئے کسی نے گائے خریدی اور خریدنے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور مل گیا تو اسکو بھی اس گائے میں شریک کر لیں گے۔ اور شرکت سے قربانی کریں گے۔

نہ ہو۔

**مسئلہ ۵۔** دسویں۔ کیا رہوس تاریخ سفر میں تھا۔ پھر بارہویں کو غروب آفتاب سے پہلے گھر پہنچا یا پندرہ دن کبیرا ٹھہرنے کی نیت کی تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا ہو۔ یا پہلے مال نہ تھا۔ ۱۳ کی شام سے قبل مالدار ہو گیا۔ تو اب قربانی کرنا واجب ہے۔

**مسئلہ ۶۔** اپنی قربانی خود ذبح کرے بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو دوسرے سے ذبح کرنے کے وقت خود وہاں کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔ اگر خود نہ جاسکا۔ دوسرے سے کرایا تب بھی جائز ہے۔

**مسئلہ ۷۔** کسی پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تینوں دن گزر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی۔ تو ایک بجری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کرے۔ اور اگر بجری خریدی تھی تو بعینہ وہی خیرات کرے۔

**مسئلہ ۸۔** قربانی کرتے وقت کوئی نیت زبان سے پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر صرف دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں۔ اور زبان سے کچھ نہیں کہا۔ ضرر بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تب بھی قربانی درست ہے۔ لیکن یاد ہو تو یہ دعا پڑھنا بہتر ہے۔ جب قربانی کو قبلہ رخ ٹٹاے تو یہ دعا پڑھے۔ اِنِّی وَجِہْتُ وَجِہَیْ لَکَ فِطْرَ السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضِ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَوةَیْ وَنَسْکِیْ وَحَیَاۃِیْ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۵ لَا شَرِکَ لَکَ ۵ وَبِکَ اَمَرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۵ اور ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰہُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ اِبْرٰہِیْمَ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

اس کے بعد کچھ لوگ شامل ہوئے تو درست ہے۔ اور اگر خریدتے وقت اس کی نیت شریک کرنے کی نہ تھی تو اس میں کسی کو شریک کرنا بہتر تو نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی کو شریک کر لیا تو جس شریک کیا ہے اگر وہ امیر ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے تو یہ شرکت درست۔ اور اگر غریب ہے۔ جس پر قربانی واجب نہیں تھی تو درست نہیں۔ (دعا المگیری ج ۵ ص ۳۵)

**مسئلہ ۹۔** اگر قربانی کا جانور کمین گم ہو گیا۔ اس لئے دوسرا خریدا پھر وہ پہلا مل گیا۔ اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو ایک ہی جانور کی قربانی اس پر واجب ہے۔ اور اگر غریب ہے تو دونوں کی واجب ہوگی۔ (ہدایہ ج ۴ ص ۳۲۷)

## قربانی کا وقت

**مسئلہ ۱۔** بقر عید کی۔ از تاریخ سے یک روز تاریخ کی شام غروب آفتاب سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے۔ پہلا دن افضل ہے۔ پھر ۱۱ پھر ۱۲ تاریخ۔

**مسئلہ ۲۔** بقر عید کی نماز سے پہلے شہر والوں کیلئے قربانی درست نہیں۔ جب نماز ہو جائے تب کرے۔ اگر کسی عذت سے اس دن نماز ادا نہ ہوئی تو جب نماز کا وقت گزر جائے یعنی بعد زوال اس وقت بھی درست ہے۔ البتہ اگر کوئی کسی دیہات گاؤں میں رہتا ہو تو دسویں تاریخ کی صبح صادق ہونے کے بعد بھی قربانی کر سکتا ہے۔

**مسئلہ ۳۔** اگر شہر کا رہنے والا قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے۔ تو اس کی قربانی نماز سے پہلے بھی درست ہے۔ اگرچہ وہ خود شہر میں ہے۔ ذبح ہو جائیکے بعد اس کو منگو لے اور گوشت کھائے (ہدایہ)

**مسئلہ ۴۔** رات کو بھی قربانی جائز ہے لیکن پسندیدہ اور بہتر نہیں۔ کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے۔ اور قربانی درست

## منتف سرق احکام

(۱) قربانی کا گوشت آپ کھاوے۔ رشتہ داروں کو دے۔ اور فقیروں محتاجوں کو خیرات کر دے۔ بہتر ہے

کہ تنائی حصہ غرباء مساکین کو دے۔ تنائی دوستوں کو دے۔ تنائی اپنے اہل عیال کو۔ لیکن جس شخص کا کنبہ زیادہ ہوا اور کوئی اور کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود خرچ کر سکتا ہے۔ البتہ فروخت کرنا ممنوع ہے۔

(۲) قربانی کی رسی بھول وغیرہ سب چیزیں خیرات کر دے۔

(۳) قربانی کی کھال یا تو یونی خیرات کر دے یا بچکر اس کی قیمت ایسے لوگوں کو صدقہ دے جن کو مال ذکوۃ میں سے دینا درست ہے۔ فروخت کئے بغیر خود اس کھال کو اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے۔ یعنی اس سے

ڈول وغیرہ بنا سکتا ہے۔ اس کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا اور کسی نیک کام میں لگانا درست نہیں۔ کھال یا اس کی قیمت کسی کو بھی

## طلب علم و نیہ

قربانی کے چھوٹوں اور اس کی قیمت کے بہتر مصرف ہیں۔ کہ اسمیں دوسرا ثواب ہے۔ صدقہ کا اور اشاعت علم دین کا۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے۔ **لِلصَّدَقَةِ عَلَى الْمَسْكِينِ عِلْمٌ وَعَلَى ذِي الْحَرَمِ اثْنَانِ صَدَقَةٌ وَصَلَةٌ**۔ طالبان علم دین ہی کی مدارات اوبانکے ساتھ حسن سلوک کا حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی ہے۔ آپ صحت و رفا کو خطاب کر کے فرمایا کہ تمام آدمی تمہارے تابع ہیں اور اطراف عالم سے آدمی علم دین سیکھنے اور دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔ سو جب وہ تمہارے پاس آویں تو میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔ (ترمذی)

اب دیکھنا ہے کہ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کیسے کرتے ہیں۔ اور آپ ضرور صدقات خیرات اور چرم قربانی کی قیمت پر ہمارے اس خالص غرض کی اعانت فرمائیں گے۔

جملہ رقوم مندرجہ ذیل تہ پر پہنچنی چاہئیں۔

مہتمم دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ (پاکستان)

اجرت میں دینا جائز نہیں۔

(۴) قربانی کا گوشت وزن سے پورا پورا قتل کر تقسیم کیا جاساوے۔ اندازہ سے تقسیم نہ کریں۔ لیکن اگر کسی طرف کم گوشت کے ساتھ

کھال لگا دیے جائیں تو پھر اندازہ سے بھی تقسیم درست ہے۔ اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہوں اور سب تقسیم نہیں کرتے بلکہ یکجا ہی فقراء کو تقسیم کرتے یا کھلانا چاہتے ہیں تو یہ بھی ٹھیک ہے۔

بقیہ ص ۱۷۔ حیو تکم اللہ نیا و استمتمتہم بہا۔ الایہ۔ اور جہنم لا بادیں کے منکران کے سر پر اور ان کے کھانچاں گام ضائع کئے تم نے اپنے غریب دنیاوی زندگی میں اور ان کو برت چکے۔ (اخلاق ۲)

(موطائک باب اکل اللحم) چونکہ امور عاتہ داری کا تعلق اکثر اشواق عورتوں ہی ہوتا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان عورتوں کو پڑوسن کے ساتھ حسن سلوک کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

تران کریم نے عام برتاؤ کی چیزیں روکنے والوں کے لئے ہلاکت فرمائی ہے۔ (باقی ایضاً)

تات  
منتخب القرا

## حقوق اور قرآن

(مولانا محمدناہد صاحب احسنی)

(بلسلسلہ اشاعت گذشتہ)

## قرابت داروں کے حقوق

قرآن کریم نے بارہ مقامات پر اس حق کو تاکید فرمائی الفاظ میں ادا

فرمایا ہے۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ فِي حَقِّهِ

وَأَتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ

ذَوِي الْقُرْبَىٰ

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ

عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ

فِي الْقُرْبَىٰ

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ

بِهِ وَالْأَسْرَاحَامَ

تو قرابت والے کو اس کا حق ادا کر۔

اور اصل نیکی اس کی ہر جو مال کو

اس کی محبت پر قرار دے کر نہ کرے

کہہ دیجئے اے پیغمبر کہ میں تم سے

بجز اس کے اور کوئی مزدوری طلب

نہیں کرتا اگر یہ کہ رشتے میں محبت

اور پیار کرو۔

اور ڈرو اس خدا سے جس کا ذکر تم

ایک دوسرے درخواست کرتے ہو

اور رشتوں کا خیال رکھو۔

قرابت داروں کے حقوق کی اس نیاہ ترجمانی اور کیا ہو سکتی ہے

کہ جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تبلیغی کاوشوں

اور شبانہ روز مسامحی کا صلہ اگر قرار دیا ہے تو وہ عرفیہ ہے کہ قرابت

داروں کی محبت اور الفت پیدا کرو۔

جناب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد انخصوصی

اس بارہ حق میں جو قرابت کا حق ادا نہ کرے گا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

بخاری۔ جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں سعت اور اس کی عمر میں

برکت ہو۔ اس کو لازم ہو کہ وہ صلہ بھی کرے۔ (بخاری)

مشہور حدیث قدسی کہ رحم اللہ کے اسم پاک جملن کا ایک حصہ ہے جس نے رحم کو طایا قرابت والوں سے حسن سلوک کھا، اس جملن کو ملا دیا۔ اور جس نے رحم کو قطع کر دیا اس جملن کو قطع کر دیا۔ اور کمال صلی اللہ علیہ وسلم۔

پڑوسی کے حقوق

قرآن حکیم نے پڑوسی کیساتھ حسن رشتہ اور خوش اخلاقی کی پیش ہونی کا امر فرمایا۔

والجاسر ذی القربى

والجار الجنب والصاحب

بالجنب وابن السبيل

پڑوسی کے عموم اطلاق کو اس قدر وسیع کیا گیا کہ ہر ایک شہر میں ہنر والے بھی

پڑوسی ہیں اگر چہ ان کے گھر کے درمیان کافی فاصلہ ہو تبھی قرطبی نے سنہ

۸۱۵ھ میں جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہجو کہ

جبریل مجھ کو پڑوسی کیساتھ حسن سلوک کی اتنی تاکید کی کہ مجھ کو یہ شبہ

ہوئے گا کہ میں اس کو میرا وارث قرار نہ دیا جا۔ (بخاری کتاب اللہ)

تم میں سے کوئی بھی مؤمن نہ ہوگا جب تک کہ اپنے پڑوسی کیلئے وہی چیز بہتر

نہ سمجھے جو اپنے لئے سمجھتا ہے۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا لایا ہے تھے

حضرت فاروق نے ان کو چھایا کہ ہر عرض کیا گوشت کھا نیکی جو چاہا

تو ایک دام کالایا ہوں۔ اس پر حضرت فاروق نے فرمایا اسی جا پر کیا

اپنے پڑوسی اور غریب کو چھوڑ کر صرف اپنے پیٹ کی فکر کرتے ہو۔

اور پھر یہ آیت پڑھی۔

يَوْمَ يَرْضَىٰ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا فِعْلَهُمُ النَّارُ اِذْ هُمْ فِيهَا طَبِيعًا تَكْمُنُ فِي



# اتفاق واتحاد

## بالتحکام

- (۱) تمام مسلمان مثل شخص واحد کے ہیں۔ اگر اسکی آنکھ میں دھو تو تمام جسم چین ہو جائے۔ اگر اسکے سر میں شکایت ہو تو کل بدن میل ہو جائے۔ (عن نعمان بن بشیر مشکوٰۃ)
- (۲) مسلمان مسلمان کیلئے مثل بنیاد کے ہے کہ اسکا ایک حصہ دوسرے کے بوجھ اٹھانے میں مدد کرنا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر بتایا ہے اس طرح۔ (عن ابو موسیٰ مشکوٰۃ)
- (۳) مسلمانوں کو دیکھتا ہے کہ وہ آپس میں رحم اور مہربانی اور محبت کرنے میں مثل ایک جسم کے ہیں۔ اگر ایک عضو میں شکایت پیدا ہو تو تمام جسم پر بیماری اور حرارت طاری ہو جاتی ہے۔ (عن نعمان بن بشیر مشکوٰۃ)
- (۴) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اسپر ظلم کے نہ اسکو تنہا بے مددگار چھوڑے۔ جو شخص اپنے بھائی کی کوئی حاجت پوری کریگا اللہ تعالیٰ اسکی حاجت پوری کریگا۔ اور جو آدمی کسی مسلمان کی تکلیف دہد کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیف اسے دہد کریگا۔ اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسی پردہ پوشی کریگا۔ (عن سالم مشکوٰۃ)
- (۵) جو شخص نقد ایک بالشت کے بھی گروہ سے علیحدہ ہوا۔ تو گویا اسلام کی رسی اسے اپنی گردن سے نکال دی ہے۔ (ابن ذر۔ مشکوٰۃ شریف)
- (۶) بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ جو شخص بڑے گروہ سے علیحدہ ہوا دوزخ میں گیا۔ (ابن عمر مشکوٰۃ)
- (۷) تم جنت میں داخل ہو گے جیتنگ مومن نہو اور مومن نہیں ہو سکتے جیتنگ آپس میں محبت نہو۔ کیا میں تم کو صحابہ کو ایسی چیز بتا دوں جسکے سبب تم میں محبت پیدا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ صلعم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلام کو آپس میں رواج دو۔ (عن ابی ہریرہ مشکوٰۃ)
- (۸) کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین روز سے زیادہ کیلئے ترک کرے کہ آپس میں ملیں تو یہ اس سے منہ پھیرے اور وہ اسے۔ ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔ (عن ابی ایوب رضی اللہ عنہما)
- پہلی اور دوسری حدیث قومیت کی عمدہ ترین مثالوں میں سے ہے۔ جس طرح جسم میں دل و دماغ، جگر، ہاتھ، پاؤں مختلف اعضاء ہیں۔ اس طرح قوم میں امیر و غریب، عالم جاہل مختلف گروہ کے آدمی ہیں جس طرح دل و دماغ ادنیٰ ادنیٰ اعضاء کے دکھ درد کی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح انسانوں کے طبقہ، اہل تعلیم یافتہ حضرات و علماء و صلحاء کو باہم اور نیز ادنیٰ ترین اہل اسلام کے ساتھ ہمدردی اور مہربانی سے پیش آنا ضروری ہے۔ جیتنگ ان گروہوں میں باہم ایسا ہی اتصال نہو جیسا کہ جسم کے اعضاء میں ہوتا ہے اسوقت تک قومیت پیدا نہیں ہو سکتی۔
- پانچویں اور چھٹی حدیث میں فرقہ بندی اور اختلاف کی حالت میں صحیح طرز عمل ارشاد ہے۔ آج بیسوں گروہ اسلام کے مدعی ہیں مگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ان مدعی اسلام میں صرف سواد الاعظم یعنی سب بڑا گروہ اہلسنت الجماعت ص

# سیرت عثمانی

حضرت مولانا محمد اشکور صاحب لکھنوی

اور جنتہ البقیع کے منقص مقام حبش کو کتب میں دفن کئے گئے۔ یہ پہلا واقعہ تھا کہ مسلمانوں کی تلوار سے مسلمانوں کا امام شہید ہوا۔ اور یہ پہلا فتنہ تھا جو اس امت میں پیش آیا۔ جس نے برکات نبوت کا سلسلہ کاٹ دیا۔ اور اسلامی فتوحات کا دروازہ بند کر دیا۔ مسلمانوں کی تلوار جو کافروں پر چلتی تھی اب آپس میں ہی چلنے لگی۔

آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا علم جب کفار قریش کو ہوا تو بڑی ایذا میں انکو دی گئیں۔ ایک روز ان کے چچا عکرم بن عاص نے انکو بچہ کر رہی سے مضبوط باندھا اور کہا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کی طرف پھر رجوع کرو۔ ورنہ اللہ کی قسم اب میں تم کو نہ کھولوں گا یہاں تک کہ تم مر جاؤ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بوا بدیا کہ اللہ کی قسم دین اسلام کو کبھی ترک نہ کروں گا۔ آخر ظالم اپنے ظلم سے عاجز آگئے اور ان کو رہائی ملی۔

جب کفار قریش نے مسلمانوں کو فنا کر دینے پر ہر کم باندھی تو یہ مح اپنی بی بی حضرت رقیہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت کر کے حبش چلے گئے۔ اور بھی ایک جماعت صحابہ کرام کی اس ہجرت میں شریک تھی۔ ان تمام صحابہ کرام کو ذوالحجرتین کہتے ہیں۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی فی الفور حبش سے واپس ہو کر مدینہ منورہ میں آگئے۔ غزوہ بدر انکی

نام مبارک عثمان، لقب ذوالنورین۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نور نظر یعنی حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم صلی علیہا وسلم کے آپ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہوا جس کے نکاح میں بنی کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔ جیسا کہ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے۔

نسب آپ کا پانچویں پشت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے۔ عجد مناف کے دو فرزندوں میں سے ایک کی اولاد میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک کی اولاد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ اسراوی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیوی ام کلثیم کی صاحبزادی تھیں یہ ام کلثیم وہی ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں۔ ماں اور باپ دونوں طرف سے بہت قریب کی قرابت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھتے تھے۔

ولادت آپ کی واقعہ فیل کے چھ برس بعد ہوئی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رہنمائی سے مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کے لئے اور بارہ دن کم بارہ سال مسند خلافت کو رونق دینے کے بعد ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ کو بڑی مظلومیت کے ساتھ شہید ہوئے۔

موجودگی میں پیش آیا۔

مالی خدمات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دین اسلام کی بہت کی۔ ازانجملہ غزوہ تبوک کی خدمت تو ایسی عظیم الشان تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج کے بعد عثمانؓ چاہے کیسا ہی کام کریں انکو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ایک مدت تک کتابت وحی کی خدمت بھی ان کے سپرد ہی۔ کتابت وحی کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین وغیرہ کا لکھنا بھی ان کے متعلق تھا۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو میٹھے پانی کی بڑی تکلیف تھی صرف ایک میٹھا کنواں تھا جس کا نام بیر رومہ تھا۔ وہ ایک یہودی کے قبضے میں تھا۔ اس کا پانی گراں قیمت سے بیچتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس کنویں کو مول لیکر وقف کرے تو اس کو جنت ملے گی۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو خرید کے وقف کر دیا۔

مسجد نبوی پہلے ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ ایک زمین اس کے قریب بک رہی تھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اسکو خرید کر مسجد میں شامل کرے اسکو جنت ملے گی۔ حضرت عثمانؓ نے بیس ہزار یا پچیس ہزار میں وہ زمین خرید کر مسجد میں شامل کر دی۔

ہجرت کے بعد حبیب غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو بدر سے لیکر تبوک تک تمام غزوات میں شریک رہے۔ غزوہ بدر کے زمانے میں حضرت رقیہؓ بیمار تھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای عثمانؓ تم انکی تیمارداری کرو تم کو شرکت بدر کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو بدریوں میں شمار فرمایا اور بدر کے مال غنیمت میں بھی انکو حصہ دیا۔

اُحد کی لڑائی میں جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو بعض صحابہ کرام اس خبر وحشت اثر کو سنکر بحالت سراسیمکی میدان جنگ سے ہٹ کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے اس سلسلے میں حضرت عثمانؓ کا نام بھی بعض روایات میں ہے۔ اول تو یہ فعل فرار نہیں کہا جاسکتا۔ فرار تو اسوقت ہوتا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر میدان سے چلے جلتے۔ اور یہاں تو بات ہی دوسری تھی۔ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور تھی۔ دوم یہ کہ جو لوگ اُحد میں میدان جنگ سے ہٹ گئے تھے انکو صاف طور پر قرآن مجید میں معافی کا پروانہ عطا فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ لَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ اور تحقیقی اور اصولی بات یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ جیسے جلیل القدر صحابی کے متعلق کسی قابل اعتراض بات کا ثبوت کسی ایسی روایت سے جو اخبار احاد سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی ہو ہرگز قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔

مدینہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سفارت کے منصب پر مقرر ہو کر مکہ معظمہ گئے اور انہیں کی شہادت کی خبر سنکر انہیں کا انتقام لینے کے لئے وہ عظیم الشان بیعت ہوئی جس کا نام بیعت الرضوان ہے۔

اپنے زمانہ خلافت میں بڑے بڑے عظیم الشان فتوحات حاصل فرماتے۔ خصوصاً فتح افریقہ جس کا کارنامہ نہایت عجیب و غریب ہے۔ پھر مغرب کے شہروں کے فتوحات طرابلس، اندلس وغیرہ آپ ہی کے زمانے میں مفتوح ہوئے۔ بحری لڑائیاں جن سے مسلمان اب تک نا آشنا تھے آپ ہی کے عہد خلافت میں ہوئیں۔

آپ کی شہادت کیا لحاظ مظلومیت و مصائب اور کیا یہ لحاظ ان نتائج و فتن کے ہو اس شہادت سے پیش آئے

اس امت میں سب پہلی بے نظیر شہادت ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی آپ کی شہادت اور اس شہادت کے نتائج کو بیان فرما چکے تھے۔ ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت عثمانؓ کے شہید کرنے کی سزا یہ ملے گی کہ پھر مسلمانوں کی تلوار اپنے آپس میں ہی چلنے لگے گی۔ اور اسلامی فتوحات کا دروازہ بند ہو جائیگا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ آپ کی خلافت کے آخری دنوں میں عبداللہ بن سباؓ موجود مذہب شیعہ کا فتنہ شروع ہو گیا تھا۔ اور اس نے سب پہلے کام یہ کیا کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف ایک زبردست سازش شروع کی۔ جس کا راز بہت دنوں کے بعد کھلا۔ اس سازش کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاروں طرف سے حضرت عثمانؓ کے انتظام اور ان کے حکام کی شکایتیں شروع ہوئیں۔ مصروفیوں کی شکایتوں جنت طول پڑا یہاں تک کہ سات سو آدمی مصر سے مدینہ منورہ آئے اور حاکم مصر عبداللہ بن ابی سرح کے مظالم کی شکایت انہوں نے مسجد نبوی میں آکر بیان کی۔ حضرت عثمانؓ نے سنکر حاکم مصر کو معزول کر دیا۔ اور اہل مصر کی خواہش کے مطابق محمد بن ابی بکرؓ کو حاکم مصر مقرر فرما دیا۔ فتنہ فرو ہو گیا۔ جس سے اس سازشی جماعت کو سخت بے چینی ہوئی کہ ہمارا کیا دھڑا تو سب خاک میں ملا جاتا ہے۔ لہذا ایک فوراً جعلی خط حضرت عثمانؓ کی طرف سے حاکم مصر کے نام اس مضمون کا تیار کیا کہ محمد بن ابی بکرؓ آتے ہیں انکو قتل کر دو اور تم اپنی حکومت پر دستور قائم نہ ہو۔ ادھر محمد بن ابی بکرؓ نے حکومت مصر پر اپنی تقرری کا پروانہ لیکر روانہ ہوئے۔ ادھر ایک غلام کے ہاتھ جعلی خط روانہ ہوا۔ اٹائے راہ میں محمد بن ابی بکرؓ نے اس غلام کو گرفتار کیا اور یہ خط بھی اس سے حاصل کیا۔ مگر قمار ہونے پر یہ غلام کبھی تو کہتا کہ میں حضرت عثمانؓ کا غلام ہوں اور کبھی کہتا تھا کہ میں مروان کا غلام ہوں۔ بہر حال اس جعلی خط کو دیکھ کر محمد بن ابی بکرؓ اور

ان کے ساتھی نہایت برہم ہوئے اور بجائے مصر جانے کے مدینہ منورہ لوٹ آئے اور اکابر صحابہؓ کو جمع کر کے یہ جعلی خط سب کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت علیؓ مجمع دو سر صحابہؓ کو کامیاب کر کے اس خط کو مع اس غلام کے حضرت عثمانؓ کے پاس لے گئے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا یہ غلام بھی میرا ہے اور ٹل بھی میرا ہے خطابہ عرب بھی میری ہے مگر اللہ کی قسم یہ خط میرا نہیں ہے مجھے اس کا علم ہے۔ صحابہؓ کو کامیاب کرنے انہی قسم کا یقین کیا۔ اور کہا کہ حضرت عثمانؓ بھوٹی قسم نہیں کھا سکتے۔ خط پہچان گیا تو مروان کا لکھا ہوا معلوم ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ مروان کو جہاں سے چالے کر دیجئے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے مروان کے دینے سے انکار کر دیا۔ جسکی وجہ غالباً یہ ہوئی کہ شرعی طور پر اس جرم کا ثبوت مروان پر نہیں ہوا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ نے یہ خیال فرمایا ہو کہ میں خود کسی موقع سے مروان کو الگ کر دوں گا۔

لیکن اس کے بعد ہی حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ ادیانی ان پر بند کیا گیا۔ حضرت علیؓ کو جب اسکی خبر ہوئی تو ایک مرتبہ ٹھوڑا سا پانی انہوں نے بھیجا جو بمشکل تمام حضرت عثمانؓ تک پہنچ سکا۔ نیز حضرت علیؓ نے حضرت حسنینؓ کو حکم دیا کہ تم بہرہ تلوار لیکر عثمانؓ کے دروازہ پر کھڑے رہو۔ کسی کو اندر نہ جانے دینا۔ حضرت طلحہؓ وزیر اور دیگر اور چند صحابہؓ کو کامیاب بھی اپنے اپنے صاحبزادوں کو حفاظت کیلئے بھیجا۔ بلو اتیوں نے تیر اندازی شروع کر دی جس سے یہ حفاظت کرنیوالی جماعت سخت زخمی ہوئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ تو خون میں نہا گئے۔

اس کے بعد کچھ لوگ پشت دیوار سے پھانڈ کر مکان کے اندر گئے۔ اور خلیفہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا۔ بوقت شہادت آپ تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ آپ کا خون جو بہا تو قرآن مجید کی اس آیت پر گرا فسیکفیکم اللہ وھو

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

شہادت سے پہلے حضرت عثمانؓ نے تمام حجت کیلئے اپنے فضائل کا لوگوں سے اقرار کرایا۔ اس وقت انصار نے کہا کہ امیر المؤمنین! اب آپ کی مظلومیت ہم سے دیکھی نہیں جاتی۔ اگر آپ حکم دیں تو ان یاغیوں کو ہم ابھی شہ تیغ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ میرے حکم سے کسی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے والے کا خون بہایا جائے۔ لوگوں نے کہا پھر آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیے۔ آپ نے فرمایا یہ بہت آسان تھا مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسکی ممانعت فرما گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا

اب آپ کی مظلومیت کی برداشت ہم میں نہیں ہے۔ فرمایا۔ آج ان سب مظلوموں کا خاتمہ ہے۔ کیونکہ آج میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ عثمانؓ! آج تم ہمارے ساتھ افطار کرنا۔ چنانچہ میں نے آج روزہ رکھا ہے۔ اور افطار کے وقت تک انشاء اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا +

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ +

# اللَّهُ أَعْلَىٰ وَأَجَلٌ

(محترم نفیس صاحب چغتائی)

پھولوں میں تیرا خوشبو! کانٹوں کے دلمیں بھی تو  
بسبل کی دُھن میں تو ہے! ہر خار و بن میں تو ہے!  
تو ہے جہاں کا خالق! سب این و آن کا خالق!  
ہے نام تیرا اللہ!!! تو جزو کل کا آقا!

لاکھوں زمیں کے آقا

چلتا تھا جن کا سکہ

اب وہ کہاں رہے ہیں! مٹی میں مل گئے ہیں!!  
فرعون اب کہاں ہے زبر زمیں نہاں ہے!!  
جھشید و مند جسم وہ محفلیں ہیں برہم  
سیر کہاں پہ اب ہے کیا اس جہاں پہ اب ہے  
جب چپل بے پیر پھر کس شان افرا

بس یہ ہے زندگانی!

سب کائنات فانی



# خدمت الہیہ

## حضرت الاستاذ مولانا حامد الدین بکوی رحمۃ اللہ علیہ

تہذیب و تربیت

آپ کی ولادت باسعادت بمقام بگہ شریف ۱۲۲۳ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے بڑے بھائی حضرت استاذ الکملؒ سے عمر میں ۱۳ سال چھوٹے تھے۔

**تعلیم و تربیت** | چھ سال کی عمر تک اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے دامن عاطفت میں تربیت حاصل کی۔

حافظ حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ۲۷ پارے حفظ کئے۔ ۱۲۶۹ھ میں اپنے بزرگ بھائی کی معیت میں علوم دینی کی تحصیل کیلئے دہلی روانہ ہوئے۔ مطول اور شرح وقایہ تک حضرت استاذ الکملؒ سے پڑھا۔ اور دہلی پہنچنے تک قرآن مجید بھی حفظ کر لیا۔ بعد ازاں کئی علماء سے استفادہ کیا۔ اور علم حدیث حضرت مولانا شاہ اسحاق صاحب محدث دہلوی سے حاصل کر کے دستار فضیلت سر پر باندھی۔

**بیعت و ارشاد** | آپ نے سلسلہ قادریہ مجددیہ میں حضرت مجدد مائتہ الثالث عشر مولانا شاہ غلام

علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور کئی سال وہاں رہ کر سلوک حاصل کیا۔ ریاضت و مجاہدہ بدرجہ کمال تھا۔

رات کو کئی دفعہ بیدار ہوتے اور ہمیشہ ذکر الہی میں مصروف رہتے۔ مقبول درگاہ الہی ایسے تھے کہ جو زبان دریشان سے فرماتے وہی ہوتا۔ مروت اس قدر تھی کہ بیمار طالب علموں کو اپنے ہاتھ سے دوا تیار کر دیتے۔ آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی تعمیل میں اشاعت علوم دینیہ کو اپنا سب سے بڑا وظیفہ قرار دیا۔ شب و روز ہمیشہ آپ کا یہی مرغوب و محبوب شغل تھا۔

**درس و تدریس** | آپ نے اپنی عمر کا اکثر حصہ حضرت استاذ الکملؒ کے ہمراہ لاہور و بگہ شریف میں گزرا۔ یہ پختہ

کیا ہوا تھا کہ جب چھ ماہ آپ لاہور میں رہتے تو حضرت استاذ الکملؒ بگہ شریف تشریف لیجاتے۔ اور جب وہ لاہور میں ہوتے تو آپ بگہ شریف میں تشریف لے جاتے۔ اسی طرح دونوں جگہ پر علوم دینی کی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ صد ہا کوس سی علمائے کرام مشکل مقامات کے حل کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ اور اپنے عقدے حل کر کر واپس جاتے تھے۔

بھیرہ میں قیام۔ حضرت استاذ الکملؒ کے ہمراہ آپ نے

۱۲۴۳ھ میں لاہور کی رہائش ترک کر دی اور بگہ شریف میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ شہر بھیرہ کے رئیس اعظم شیخ غلام حسن مرحوم آپ کے معتقدین میں سے تھے۔ شیخ صاحب مرحوم نے اپنے محلہ میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کئے اس کے ساتھ طلباء کی رہائش کے لئے ایک سرلے تعمیر کرائی۔ اور نہایت ہی ہررار کے بعد حضرت استادؒ کو بھیرہ میں قیام کرنے پر رضامند کر کے۔ بھیرہ سے جانب غرب دس کوس کے فاصلہ پر بگہ شریف واقع ہے۔ حضرت الاستاذؒ نے بھیرہ میں رہ کر دس تدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ اور صد ہا طالبان علوم دینی کے ورود سے بھیرہ کو ایک خاص دینی عزت و عظمت و مرکزیت حاصل ہو گئی۔

### حضرت استاذ اکمل کی وفات

آپ نے بھیرہ میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ اپنے بزرگ بھائی کی یاد آپ کو ہمیشہ بہ چین رکھتی تھی۔ ہر سال تاریخ وفات کے موقع پر طلباء کو قرآن مجید کے ختم کرنے کا ارشاد فرماتے تھے۔ بعد ازاں ہر طالب علم کو مکلف کھانا کھلا کر سب کو لباس عطا کیا جاتا تھا۔ اس طرح ہر سال اپنے بزرگ بھائی کی روح کو ایصال ثواب فرمایا کرتے تھے۔ حضرت استاذ اکملؒ سے آپ تیرہ سال چھوٹے تھے۔ آپ کے بعد تیرہ سال زندہ رہے۔ اور تعجب ہے کہ ہر دو بھائیوں نے ۶۳ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

### تصانیف

آپ صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ مگر کسی تصنیف کی نظر ثانی کا موقع نہیں ملا۔ تصنیف کیا تھی لوگ ہاتھوں ہاتھ لگتے۔ اور آج آپ کی اکثر تصانیف نایاب ہو چکی ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے فیض الصرف۔ شرح صرف میر

احمدیہ حاشیہ ملا جامی۔ احمدیہ حاشیہ خیالی۔ احمدیہ حاشیہ مطول۔ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے کوئی کتاب اب تک طبع نہیں ہوئی۔

### جامع مسجد بھیرہ کی تعمیر

حضرت الاستاذؒ کی عسکو بہت، ایثار اور اولوالعزمی کی زندہ یادگار جامع بھیرہ کی عالی شان عمارت ہے۔ کسی زمانہ میں شیر شاہ سوہیؒ یا ان کے کسی جانشین نے بھیرہ میں ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی تھی جو انقلاب حوادث۔ امتداد زمانہ اور کفار کے غلبہ و استیلا کی وجہ سے کھنڈرات کا ڈھیر ہو گئی تھی۔ سکھوں نے اپنے عہد میں اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور مسجد کی بجائے خوفناک دیوانہ میں چند قبروں، ٹوٹی پھوٹی دیواروں اور ایک پرانے کنوئیں کے سوا اور کوئی آثار باقی نہ رہے تھے۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب ساکن قلعہ میاں سنگھ ہونچاک کے مشہور ساجد البیان و اعظا اور کامل اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ایک دفعہ بھیرہ میں تشریف لائے۔ ان کا وعظ سننے کے لئے ہزار آدمی جمع ہوئے۔ ان کے وعظ میں کسی شخص نے حاضرین کو مسجد کے کھنڈرات کی طرف توجہ دلائی۔ مولانا غلام رسول صاحب مرحوم نے فرمایا کہ اس مسجد کی تعمیر قیام اذل نے حضرت الاستاذؒ مولانا احمد الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیمت میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ سعادت ان کے حصہ میں آئی گی۔ آخر کار وہ وقت سعید آپہنچا۔ موسم گرما کی ایک شام ۱۳۷۵ھ میں حضرت الاستاذؒ مع شاگردوں کی ایک جماعت کے سیر و تفریح کی غرض سے نکلے۔ قضا و قدر نے انہیں مسجد کے کھنڈرات پر پہنچا دیا۔ وہاں سے

۱۵ اکثر و زیادہ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو جہل صدیق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت محمد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کی عمریں بھی ۶۳ کے قریب تھیں۔ بطرح حضرت استاذ اکملؒ۔ حضرت الاستاذؒ حضرت مولانا غلام محمد بگویؒ حضرت مولانا عبد العزیز بگویؒ کی عمریں بھی برابر تھیں۔ ان حضرات میں سے ہر ایک نے ۶۳ برس دنیا میں بسر کئے ۱۲

ایک مجذوب نے ظاہر ہو کر دمت بستہ مسجد کی تعمیر کے لئے درخواست پیش کی۔ حضرت الاستاذ خاموش رہے۔ مگر کچھ لوگ رات کو استخارہ فرمایا۔ خواب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد کی تعمیر کا ارشاد ہوا۔ صبح سویرے کھنڈرات پر تشریف لے گئے۔ اودھیلوں کو اپنے سر پر بکھر بسم اللہ الرحمن الرحیم باواز بلند کہانی آپ کے شاگردوں نے کہالیں ہاتھ میں لیکر صحن مسجد کی صفائی کا کام شروع کر دیا۔ چند لوگ ایک فقیر بے فدا کی جرات و مہمت و بلند خیالی دیکھ کر مسکرائے۔ مگر دوسرے دن شہر کے تمام آدمیوں نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ شہر کے تمام زن و مرد کام کے لئے نکل آئے۔ عورتوں اور بچوں نے بھی مردوں کا ہاتھ بٹایا۔ شہر کے ہندو مردوں اور عورتوں نے بھی اپنی خدمات پیش کیں۔ تعمیر کا کام عظیم الشان پیمانہ پر شروع ہوا۔ شہر کی برفچ پوش مستودات رات کو کام کرتی تھیں۔ اینٹیں ڈھونا اور گارا کے لئے پانی تیار کرنا ان کے ذمہ تھا۔ دن کے وقت ہزار ہا اشغال کام کرتے تھے۔

**حاسدین کی سعی ناکام** | شہر کے بعض حاسدین کی طرف سے ادیباب حکومت کے پاس جھوٹی رپورٹیں پیش ہوئیں۔ انقلاب حکومت کو ابھی تھوڑا عرصہ ہوا تھا سلطنت انگریزی کی عملداری کا آغاز تھا۔ حکومت کے ارکان کو اطلاع موصول ہوئی۔ کہ بھیرو میں قلعہ تعمیر کر کے اپنے وسیع اثر سے کام لیکر حضرت الاستاذ و سلطنت انگریزی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایک فوجی آفیسر بھیرو میں عمارت کا معائنہ کرنے کے لئے وارد ہوا۔ اس نے ایک سادہ مزاج، سادہ لباس و رویش کو ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت الاستاذ ایک تمہیدانہ سے ہوئے تھے۔ بدن پر کرت بھی نہ تھا۔ سر پر مل کی ٹوپی اور عدد ہا طلباء کو حدیث کا درس دے

رہے تھے۔ اور دوس کی حالت میں میٹر بھی کے پاس کھڑے ہو کر اینٹ اور گائے کی ٹوکریوں کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر مزدوروں کے حوالے کر رہے تھے۔ انگریزی فوجی افسر یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے دریافت کیا کہ اس مسجد کو کون بنوا رہا ہے۔ حضرت الاستاذ نے ارشاد فرمایا کہ فقیر بنوا رہا ہے۔ فوجی افسر نے خود سے دیکھ کر کہا کہ فقیر نہیں بلکہ وہ شخص بنوا رہا ہے جس کے عزم و توفیق کے سامنے شیر شاہ سوری جیسے جلیل القدر بادشاہوں کی کوئی ہستی نہیں ہو سکتی۔ حکومت کو درغللے میں ناکام رہ کر حاسدین نے حضرت الاستاذ کو وہابی مشہود کر دیا۔ اور جامع مسجد بھیرو کو وہاب گڑھ کے نام سے موسوم کرتے رہے۔ مگر ان کی یہ تمام کوششیں ان کی بربادی کا باعث بنیں۔ اور جملہ حاسدین تباہ و برباد ہو گئے۔ اور ان کے خاندانوں کا نام و نشان ہی مٹ گیا۔ الحق یعلو ولا یعلیٰ۔ اٹھ سال کے عرصہ میں جامع مسجد کی عظیم الشان عمارت بن کر تیار ہو گئی۔ اور آپ نے اس میں کئی تدبیریں کا سلسلہ قائم کیا۔

**کرامات** | آپ سے ہزار ہا کرامات کا ظہور ہوا۔ جن کی تفصیل کے لئے دفتر درکار ہے۔ جامع مسجد بھیرو کی تعمیر آپ کی کرامات اور روحانی تصرفات سے ہوئی۔ آپ کی زبان مبارک میں وہ اثر تھا۔ کہ جس شخص نے آپ سے مسجد کی تعلیم حاصل کی وہ اپنے زمانہ میں ممتاز درجہ پر فائز ہوا۔ حکیم اللہ دین صاحب شیخ پوریہ غریب باپ کے بیٹے تھے۔ باپ نے انہیں حضرت الاستاذ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت نے انہیں خاص روحانی توجہ سے تعلیم دی۔ اور بوقت رخصت خاص دعا فرمائی۔ اور حکیم صاحب کے والد کو فرمایا۔ کہ تیرے بیٹے کا ہم مرتبہ کوئی حکیم اس زمانہ میں نہ ہوگا۔ حضرت مرحوم کی دعا کا اثر مخلوق خدا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حکیم صاحب مرحوم نے فن طب میں وہ کمال حاصل کیا کہ آج تک پنجاب میں کسی طبیب کو حاصل نہیں ہو سکا۔

اسی طرح حکیم شیخ احمد صاحب مرحوم - حکیم تاج محمد صاحب ہزارہی آپ کے شاگردوں میں سے آپ کی دعا سے عاذق طبیب ہو رہے۔ جامع مسجد کی شمالی فصیل تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک مالان کی تعمیر میں ایک مستری نے ایٹنوں کی گھڑائی میں خاص کارگیری و صنعت کا نمونہ دکھایا۔ رات کے وقت ایک حامد مستری نے اپنے رفیق مستری کے کام کو بگاڑنے کے لئے اسکی تعمیر کردہ عمارت کو گنا دیا۔ صبح کی وقت حضرت الاستاذ شریف لائے۔ آپ نے گرسے حصہ کو دیکھ کر فرمایا کہ ایٹے کام کا مزکب فوراً اپنے آپ کو ظاہر کرے۔ ورنہ وہ خدا کے غضب میں مبتلا ہوگا۔ تبیں باریبی کلمات فرماتے۔ بدبخت مستری کو اپنے قصور کے اعتراف نہ ہوا۔ حضرت الاستاذ کے شریف نے جانے کے بعد اس کی آنکھوں کی بینائی باقی رہی۔ اس کے ساتھی اسکی لائٹھی پکڑ کر حضرت کی خدمت میں لائے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس بدبخت کو اس کے گھر بجاؤ۔ اب اس کا علاج ناممکن ہے۔ چنانچہ وہ مستری نہایت ذلت کی حالت میں کئی سال زندہ رہا۔ اور آخر بحالت خواری گناہی کی حالت میں مر گیا۔

ایک دفعہ حضرت الاستاذ بگہ شریف جاسے تھے۔ قحط سالی کا دور تھا۔ موقع واصل کی عورتوں نے آواز دی۔ اسی ٹوپی والے خدا کے لئے رحم کرو۔ اور خدا سے بارش کی دعا مانگو۔ ہم قطرہ آب کو ترس رہے ہیں۔ حضرت الاستاذ نے مذہب پھر فرمایا۔ کہ ہم سفر کی حالت میں ہیں۔ شاید تم ہمیں تکلیف دینا چاہتی ہو۔ عورتوں نے دوبارہ بھی درخواست کی۔ حضرت الاستاذ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ فوراً آسمان ابرآلود ہو گیا۔ اور اسقدر بارش ہوئی کہ بگہ شریف جانے کے تمام راستے بند ہو گئے تھے۔

حکیم فضل احمد صاحب آپ کے پیارے شاگردوں سے تھے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ موقع دنو کالہ سے واپسی پر راستہ میں آپ کی خدمت میں بارش کے لئے التجا کی گئی۔

حضرت الاستاذ کی آنکھوں سے ایک آنسو نکلا، جس کے ساندھی موسلا دھار بارش شروع ہوئی۔ حضرت الاستاذ کے تمام کپڑے بھیگ گئے اور بعد مشکل آپ بھیرو میں پہنچے۔

مٹان کا ایک تاجر گیارہ بڑی بڑی بادبانی کشتیاں چونے کے پتھروں سے بھر رہی ہوئی دریا میں بجا رہا تھا۔ بھیرو کے قریب ام کشتیاں دریا میں غرق ہو گئیں۔ ان کے نکلنے کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی۔ تاجر مذکور باحال پریشان جامع مسجد میں حاضر ہوا۔ اور حضرت الاستاذ سے امداد طلب کی۔ اور بصورت کامیابی ایک کشتی کا چونہ جامع مسجد کے لئے پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ صد ہا اشخاص کے ہمراہ حضرت الاستاذ دریا کے کنارے رونق افروز ہوئے۔ تمام انسانی طاقتیں اور کوششیں کشتیوں کو باہر نکالنے میں ناکام رہیں۔ حضرت الاستاذ نے کھڑے ہو کر رسول کو ہاتھیں پکڑا۔ ہر بار اللہ اکبر کہتے کھینچتے تھے۔ اور ہر بار ایک ایک کشتی نکلا۔ پھر چلی آتی تھی۔ اسی طرح گیارہ کشتیاں چونے سے بھری ہوئیں خشکی پر چڑھالی گئیں۔ یہ کرامت دیکھ کر تاجر مذکور نے تمام چونہ جامع مسجد کی تعمیر کے لئے پیش کر دیا۔ چنانچہ وہی چونہ تعمیر کے کام آیا۔

جامع مسجد کے درمیانی گنبد کا قالب تیار کرنا نہایت ہی مشکل تھا۔ معماروں کی ہمت نے جواب دیا۔ بادبانی جہازوں کے مستول لئے گئے۔ مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ حضرت الاستاذ نے تمام معماروں کو فرمایا کہ فکر نہ کرو۔ خدا غیب سے اس کا سامان کر دے گا۔ دوسرے دن صبح معماروں نے تیار شدہ قالب دیکھ کر حیرت ظاہر کی۔ رات کے اندر ہی کسی غیبی طاقت نے تمام سامان مکمل کر دیا۔

**معمولات** | بعد نماز عشاء جلد ہی سو جاتے تھے۔ عموماً تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد رات کا بقایا احمد عبادت اسی میں صرف کرتے تھے۔ کئی دفعہ افراد کی کثرت سے رات کو مسجد بوقت نذرین جاتی تھی۔ حضرت خواجہ محمد شرف جیو

مالک غیر کے صد ہا اشخاص فارغ التحصیل ہوئے جن کے اسماء قلم بن نہیں ہو سکے۔

**وفات:** ۱۲۸۶ھ میں آپ کٹھیاہ شیخاں تشریف لے گئے۔ وہیں بیمار ہوئے۔ حالت بیماری میں واپس تشریف لائے۔ لائق اطباء نے علاج کیا۔ مگر آخر ۱۳ شوال ۱۲۸۶ھ کو ۶۳

سال کی عمر میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ نماز جنازہ پر چالیس چالیس کوس گے لوگ حاضر ہوئے۔ اس دن عظیم الشان آنندی آئی۔ اور بوندا باندی بھی ہوتی۔ نماز جنازہ کے بعد وصیت کے مطابق آپ کو جامع مسجد کے جنوبی جانب سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بھیرہ کا ایک دیندار متقی تاجر اُس دن کشمیر میں تھا۔ اور وہاں ایک مجذوب کی خدمت میں حاضر تھا۔ سخت آنندھی کی طرف

نظر کر کے مجذوب نے کہا۔ کہ کیوں نہ ہو۔ آج آفتاب برج ولایت غروب ہو گیا۔ تاجر نے دریافت کیا۔ کہ آج کس کا وصال ہوا ہے مجذوب نے کہا۔ غلط وقت ہوا نا احمد الدین بگوی۔ تاجر نے اس وقت

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہا۔ اور غمزدہ وطن کی طرف چل پڑا۔ بھیرہ میں پہونچ کر اُسے مجذوب کی اطلاع درست ثابت ہوئی۔ حضرت الاستاذ کے دو صاحبزادے حالت صغر سنی میں انتقال کر گئے تھے۔ ایک صاحبزادے کا مزار حلال پور میں ہے۔ آپ نے

اپنے عزیز بھتیجے حضرت مولانا عبد الغنی بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے بچوں کی طرح پرورش کی۔ اور اپنی زندگی میں اپنا قائم مقام قرار دیا۔ قریباً اسی وقت حضرت الاستاذ مولانا احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ

فاضل الشیخہ گانہ اشرف۔ بان تاج ذی الشرف۔ و شرف ایضاً از مولوی محمد حسین مسعود آبادی مرحوم

جناب فاضل گاہ کہ بود حق آگاہ۔ مزا و مست کہ بجو حۃ الجنان مشواہ غفور سام فائز بیزرہ شوال۔ مظهر است تولدین اولی اللہ

ہست سال وفات مولانا۔ زینت خلص صاحب دانا۔ ایضاً سال فوت فائز اگر پرسہ کلام۔ گو بہشت آرام گاہ مولوی ولام مقام

رحمۃ اللہ علیہ ہو مقبولان بارگاہ اتنی میں سے تھے۔ انمول ایک دفعہ ان انوار کا مشاہدہ کیا اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مستفیض ہوئے۔ بعد نماز تہجد طلوع فجر سے پہلے آپ قرآن مجید کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ بعد نماز فجر تفسیر وحدیث کا درس ہوتا تھا۔

اس کے بعد دوپہر کو قیلوہ فرمایا کرتے تھے۔ نماز ظہر مثل اول میں ادا کر کے درس دینا شروع فرمادیتے۔ نماز عصر کے بعد سباق کا سلسلہ شروع رہتا۔ گاہے گاہے بعد نماز عصر میر و نغیر کے لٹے گاؤں یا شہر سے باہر تشریف لے جاتے۔ طلباء

کتابیں لے ہوئے ہمراہ ہوتے۔ راستہ چلتے ہوئے بھی آپ اپنی تقریر کو جاری رکھتے۔ نماز مغرب کی اذان کی کے بعد سردیوں میں نازعشاذ تک تعلیم و نظم کا سلسلہ جاری رہتا۔ حافظہ اس قدر تھا کہ علماء آپ کی اس خداداد قوت کا مشاہدہ کر کے حیران رہ جاتے تھے۔ آپ کو عظیم الشان متحرک کتب خانہ کہا جاسکتا تھا۔ جو کتابیں عمر بھر میں ایک دفعہ دیکھی تھیں وہ از بر تھیں۔

اکثر ایسا دیکھنے میں آتا تھا۔ کہ طلباء کی کتابیں جو اوراق بوسیدہ یا گم ہوں ان کی عبارت قوت حافظہ کی مدد سے تحریر کر دیا کرتے تھے۔ جو بعد متقابل بالکل اصل کے مطابق ثابت ہوتی تھیں۔

**تلامذہ:** ہر آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت کثیر ہے۔ مولانا غلام رسول صاحب مرحوم ساکن قلعہ میان سنگھ۔ مولانا نور الدین صاحب پکوڑی شریف۔ مولانا زین العابدین صاحب چنیوٹی۔ حکیم نور الدین قادیانی۔ حکیم اللہ دین صاحب شیخوپورہ حکیم

میاں شیخ احمد صاحب راولپنڈی۔ حکیم تاج محمود صاحب ہزاروی۔ مولوی محمد بخش صاحب حلال پوری۔ مولوی سلطان احمد صاحب

کٹھیاہ۔ شیخاں۔ مولانا حافظ ولی اللہ صاحب مناظر اسلام لاہوری۔ مولوی کرم اتنی صاحب بھیرہ۔ مولوی غلام علی خاں

قصوری۔ مولانا غلام قادر صاحب بھیرہ۔ مرحوم۔ علاوہ ازیں



۷۸۹

# روٹی اور پیٹ

(از جناب مولانا کشف الدجی بجاہ بقلم خود دام ظلہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امّا جلد - کہا جاتا ہے کہ یہ زمانہ روشنی اور ترقی کا زمانہ ہے۔  
یعنی انسان مٹی کے دیوں، مشغول، شمعوں اور لائٹوں سے  
روشنی حاصل کیا کرتے تھے۔ اور اب بجلی کے قمقموں سے  
دنیا بھر نور بنی ہوئی ہے۔ اس روشنی میں کیا اندھیر ہو رہا ہے  
اس طرف اپنے ذہن و خیال کو ہرگز ہرگز نہ لیجائیے ورنہ آپ  
پکڑے جائیں گے۔ کیونکہ آزادی کی صحیح تعریف یہ ہے کہ حق  
گوئی کا گلا گھونٹ دیا جائے، حق پسندانہ اور تعمیری تنقید  
تک کو سوتلی پڑھا دیا جائے۔ اور احتساب کو سر بازار دے  
لگائے جائیں۔ لہذا بلا چون و چرا مان لیجئے کہ یہ روشنی اور  
آزادی کا زمانہ ہے۔ رہا ترقی کا معاملہ تو اسپر بھی آپکو لامحالہ  
ایمان لانا ہی پڑیگا۔ اگر آپ اس پر ایمان نہ لائیں گے تو آپ  
کو دنیا فاسیت اور طاقت کے جہنم میں بھونک دیا جائیگا۔  
اور آپ کی کوئی دلیل، اپیل اور فریاد نہ سنی جائیگی۔ اسی  
کا نام ایڈوکیٹ اور روشن خیالی ہے۔ جس چیز کو مغرب  
بجا کے اُسے سمجھو اور جس چیز کو وہ ناروا کہے اُسے ناروا کہو۔  
اسی لئے تو ہمارے اکبر حسین اکہ آبادی نے بعد نشان مشرقیت

فرمانا تھا

اُس میں کون میسے سوا ہو فریفتہ + گاہک ہیں ہی ہوں ہند میں نہیں کال  
دکھنا پڑا ہوں اُس بُت کافر میں ہوں یہ موقع نہیں، بحث حرام و حلال کا  
یعنی مغربی تہذیب کی دیوی کے قدموں پر دولت، عزت، شہرت

غیرت، ہمت اور ایمان قربان کر کے حمد و فائدہ سولے  
مغرب زدہ مسلمان کے اور کس کا کام ہے۔ اسی کا نام تو ترقی ہے۔  
لندن کے مال کا دنیا میں سب سے بڑا گاہک مسلمان ہے۔ اور اس پر  
اسکو بجا طور پر فخر و ناز ہے۔

اچھا صاحب یہ چیز تو آپ کی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ یہ  
زمانہ روشنی اور ترقی کا ہے۔ ہر کہ شک آرد کا فرگرد۔ اس کے  
بعد یہ دیکھنا باقی رہ گیا کہ اس کا ثبوت کیا ہے۔ سو اس کا سب سے بڑا  
اور روشن ثبوت یہ ہے کہ آج ہر پڑھا لکھا، مافق و بالغ اور  
تہذیب و ترقی یافتہ انسان روٹی اور پیٹ کو اپنا معبود بنا کر پوٹے  
ہے۔ اسکی تمام فکری صلاحیتیں اور عقلی قوتیں پیٹ کے لئے  
وقف ہو گئی ہیں۔ علم و عقل پیٹ کے خادم بن گئے ہیں۔ جلد  
و نظریات اور مذہب و فلسفہ کو پیٹ کی کسوٹی پر کسا اور پرکھا جاتا  
ہے۔ ارضی و حال کے تمام علمی ذخائر میں روٹی کو تلاش  
کیا جا رہا ہے۔ دل و دماغ سے اخلاقی قدروں اور شرف  
انسانیت کے خیالات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا جا رہا ہے۔ انکی  
جگہ زندگی و اخلاق سوز نقصانات کو دماغوں میں ٹھونسا جا رہا ہے۔  
اور انسان کو بڑا پیٹ ہی پیٹ سمجھا جا رہا ہے۔ یعنی اس کے دل  
دماغ، جگر، ہیک، غصہ، محبت، نفرت، جذبہ انتفاع، ہمدردی  
دوستی، دشمنی اور ہتھیار حسیات کا منبع پیٹ کو مانا جا رہا ہے۔ اب  
بدھ سے دیکھو انسان پیٹ ہی پیٹ نظر آتا ہے۔

فرمائیے کیا اس کے بعد بھی آپ کو اس بات میں شک

ہیں۔ دونوں کا مقصد و جسم کی خدمت، پریش کی پوجا، روٹی کی پرستش اور نفس کی چا کر ہے۔ اور دونوں اپنے پیروں کو زندگی کی راتوں راتوں اور لذتوں پر مرثئے کی تعلیم دے رہی ہیں۔ اگر کسی میں ہمت ہو تو ہمارے اس دعویٰ کی تردید کر کے دکھائے۔ اور ہمیں بتلائے کہ محمد حاضر کے مسلمانوں سے ملے تلوذ، تعیش، نفس پروردی اور تن آسانی کے اور کس چیز میں ترقی کی ہے۔

باوجود اسکے ہم نے لیتے ہیں کہ یہ زمانہ روشنی اور ترقی کا ہے۔

اور پیٹ و روٹی بھی کوئی چیز ہے۔ مگر کیا تہ ہمارے سمجھ سے اس پر ترقی یافتہ انسان ہوا ہو پرتی، یحیائی صنفی آوارگی اور انفرادی آزادی پر مرے جلسے ہیں اور زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ وہ کیوں زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ یعنی روٹی تو زندہ رہنے کیلئے لازمی و ضروری ہے۔ مگر یہ زندہ رہنا کیوں ضروری اور لازمی ہے۔ اگر ترقی یافتہ انسانوں کے سامنے کوئی مقصد زندگی نہیں تو کوئی ہمیں بتلائے کہ حیوانیت اور انسانیت میں کس چیز کا فرق و امتیاز ہے؟ اور ایک آدمی اور گدھے میں کیا فرق ہے؟

گدھا بھی تو پیٹ بھرنا اور زندہ رہنا چاہتا ہے۔ اگر مذہب انسان بھی یہی کچھ چاہے تو ہم کیوں نہ گدھا بن جانے کی کوشش کریں۔ تاکہ ہمیں ان تمام مشکلوں، مصیبتوں، دکھوں اور بربادیوں سے نجات مل جائے جو مذہب و ترقی یافتہ انسانوں کے ہاتھوں ہم پر نازل ہو رہی ہیں؟

ابا دور حاضر کے مسلمان سوچیں اور مفصلہ کریں کہ وہ انسان بننا چاہتے ہیں یا گدھا؟ انسان بننے کے لئے اسلام کی راہ ہے۔ اور گدھا بننے کے لئے.....

..... سب دین سیاست کی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔

پس اپنی اپنی نظر اپنی اپنی۔

ہم میں آپ کے مخالف ہمدرد  
مولانا کشف الدجلی یحیالہ

ہو سکتا ہے۔ کہ یہ زمانہ روشنی اور ترقی کا زمانہ ہے۔ اور کیا اس کے بعد بھی کسی اور دلیل اور ثبوت کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ اس کھلی ہوئی حقیقت کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کی آنکھوں پر مذہب، اخلاق، شرافت اور انسانیت کی پٹی بندھی ہو۔ اگر وہ یہ پٹی اپنی آنکھوں سے دور کر دیں تو ان کو صاف نظر آجائے کہ محمد حاضر کے مذہب و متمدن اور عاقل و فرزاندہ انسانوں نے بہت ترقی کر لی ہے۔ اور انہوں نے اس حقیقت کا سراغ لگا لیا ہے کہ انسان کے ساتھ پیٹ بھی لگا ہوا ہے۔ اور اس کو بھرنا بھی اس کا بہت بڑا فرض ہے۔ پہلے زمانہ کے لوگ جانتے ہی نہیں تھے کہ پیٹ اور روٹی بھی کوئی چیز ہے۔ وہ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ انسان کا فکر، تحقیق، فراست، دانائی، جدت، ایجاد، آبیات، طبیعیات، نفسیات، جنسیات، محاشیات، سیاسیات، علوم و فنون، تحریکات اور مشاہدات وغیرہ زندگی تمام چیزیں پیٹ سے نکلتی ہیں۔ روٹی کے گرد چکر کاٹی ہیں۔ اللہ سلامت رکھے ہمارے اشتراکیت اور سرمایہ داری کو جنکی بدولت انسانوں کو یہ روشنی، ترقی اور تحقیق نصیب ہوئی۔

آپ یہ سنکر بڑے جھنجھلائیں گے کہ ہم نے یہ کیا حماقت کی۔ کہ اشتراکیت اور سرمایہ داری دونوں کو ایک ہی پلٹے میں رکھ دیا۔ اور جہل مرکب کا ارتکاب کر ڈالا۔ سو بھائی ہم ٹھیرے مولانا۔ اور مولانا وہ ہوتے ہیں جو جہل مرکب شکار اور حالات زمانہ سے پیچھے ہوں۔ جیسی تو دنیا میں خدا پرستی کی جگہ مادی پرستی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ مگر باوجود مولانا ہونے کے یہ بات ہم نے پتے کی کمی ہے۔ خواہ کوئی مانے یا نہ مانے کہ یہ ترقی انسانوں کو اشتراکیت اور سرمایہ داری دونوں کی بدولت نصیب ہوئی ہے۔ انسانوں کو پیٹ تک پہنچانے کے لئے مذہب و اخلاق کی مخالفت و دشمنی کا راستہ اختیار کیا۔ اور سرمایہ داری نے مذہب و اخلاق کو زاد و سفر بنایا۔ بہر حال دونوں نے پہنچایا انسانوں کو پیٹ تک کیونکہ دونوں الحاد و دہریت کی بیٹیاں

# معاشرہ کی اصلاح

(محترم عتیق الرحمن صاحب سنبھل)

انسان کی سی ہے جس کا جسم زہریلے پھوڑوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے معاشرے کے پھوڑے کیا ہیں بد اخلاقی، بے حیائی، ظلم، حقوق تلفی، رشوت، بددیانتی اور اسی قسم کی سینکڑوں برائیاں۔ یہ وہ زہریلے پھوڑے ہیں جن کی وجہ سے چین و سکون سماج سے کوسوں دور ہو گیا ہے۔ صحیح اصول علاج کے ماتحت ہمیں ان امراض کے اسباب کا پتہ لگانا چاہئے۔ صرف وعظ و نصیحت کے مرہم یا کسی آہنی نظام کے جواہر پھر وہ نہ کرنا چاہئے۔

بعض بدعنوان نبض شناسی کی تشخیص یہ ہے کہ سوسائٹی میں یہ بگاڑ عام غریبی اور طبقاتی ناہمواری سے آیا ہے۔ اگر شخص کو بقدر ضرورت دولت مل جائے تو یہ مریض معاشرہ صحت مند ہو سکتا ہے۔ جب اس تشخیص پر نگاہ فرمائی تو اس کے سامنے یہ سوال اکھڑا ہوا کہ سوسائٹی میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جن کے پاس بقدر ضرورت یا نامد از ضرورت مال و دولت موجود ہے۔

پھر ان سے یہ امراض کیوں دور نہیں ہوتے؟ بلکہ برعکس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ دوا ان کی امراض کی شدت میں مزید اضافہ کرتی ہو۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بے اوقات کم پیسے والا اتنا بد اخلاق نہیں ہوتا جتنا زیادہ روپیہ والا۔ اگر غریب ظالم ہوتا ہے تو امیر ظالم۔ اگر کاسٹیل دو چار روپیہ رشوت لیتا ہے تو تھانہ کا انچارج سینکڑوں کے واسطے کیا کرتا ہے۔ اگر ایک تعویذی تھولہ والا کلرک رشوت لیتا ہے تو سینکڑوں پانے والا آفیسر اس بدرجہا زیادہ گندی کمائی کرتا ہے۔ فرق اگر ہے تو صرف اتنا کہ ایک طرف برائی عریاں اور بے ڈھنگی ہوتی ہے۔ دوسری طرف کوئی خوبصورت

جس طرح کسی انسان کے جسم پر پھوڑے پھینسی یا کسی دوسرے ظاہری فساد کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ اس کے باطن میں مادہ فاسد بھرا ہوا ہے۔ اور اس سارے ظاہری فساد کی بڑی ہی انکلیکا فساد ہے۔ ٹھیک اسی طرح انسانی معاشرہ کے بیرونی بگاڑ کو دیکھ کر یقین کر لینا چاہئے کہ یہ کسی اندرونی خرابی کا نتیجہ ہے۔ اور جس طرح پہلی صورت میں علاج کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اصل توجہ مادہ فاسد کو بڑے نکال دیئے اور اس کو ختم کر دینے پر مبنی جائے۔ اسی طرح دوسری صورت (یعنی معاشرہ کے بیرونی بگاڑ) کے علاج میں بھی یہی طریقہ علاج صحیح اور کارگر ہے۔ اور اسی سے سوسائٹی (معاشرہ) کی پائدار صحت مندی کی توقع کرنا صحیح ہے۔ اس اصول کو چھوڑ کر اگر علاج کیا جائے تو ممکن ہے کہ فساد کچھ دیر مگھے لئے دب جائے مگر مٹ نہیں سکتا۔

پہلا طریقہ نبض شناس اطباء کا ہے اور دوسرا تبص سے بہرہ ظاہر بین جراثیموں کا۔ بینک ایسا ہوتا ہے کہ پھوڑوں سے بھرا ہوا جسم جراثیم کے علاج اور اس کی مرہم پٹی سے ٹھیک ہو جاتا ہے اور مریض کو صحت کا سکون مل جاتا ہے۔ مگر اس پر یہ سمجھ لینا کہ صحت نام حاصل ہو گئی بڑی خطرے کی بات ہے۔ اسلئے کہ اندرونی مادہ کو حملت مل جاتی ہے کہ وہ اندر ہی اندر بگڑتا اور سڑتا رہے۔ اور پھر کسی دوسرے وقت میں پہلے سے زیادہ شدت و قوت کے ساتھ ظاہری جسم پر حملہ کرے۔ لہذا اندرونی فساد کو ختم کئے بغیر ظاہری سکون پر اطمینان دانشمندی کے خلاف ہے۔ بدقسمتی سے آج ہمارے معاشرہ کی حالت بالکل اسی

آؤ اور نظر قریب پردہ مہیا ہو جاتا ہے۔ برائی یہاں بھی وہی برائی ہے۔ اور وہ برائی یقیناً زیادہ بری ہے جس کی قیامت و شنائت عام طور سے محسوس نہ کیجا سکتی ہو۔

اس سوال کی روشنی میں ہمیں صاف نظر آ جاتا ہے کہ افراد کو بقدر ضرورت دولت مل جانا سوسائٹی کے پھوڑوں کا علاج ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ دو واجب معاشرہ کے بعض افراد کو فائدہ نہ دے سکی تو کیسے ضمانت کی جا سکتی ہے کہ پورا معاشرہ اس سے صحت پائے گا۔

تجویز کی غلطی ہمارے نزدیک تشخیص کی خطا کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ مگر بعض حکمائے وقت نے تشخیص سے اتفاق کرتے ہوئے تجویز میں کچھ ضروری افتادہ کیا ہے۔ وہ ہے ”نظام حکومت کا آہنی شکنجہ“، یعنی سماج کا جسم اس طرح کس دیا جائے کہ اندرونی مواد کو پھوڑے بن کر ابھرنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ لیکن زمانہ ماضی کے انقلابات و حوادث کی تاریخ اگر محفوظ ہے اور اس سے عبرت و بصیرت حاصل ہوتی ہے تو ہمیں اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ مارے گذشتہ نظاموں کی طرح اس نظام کے اعضاء میں بھی اضمحلال کا عمل ضرور ہوگا۔ اسکی گرفت یقیناً ڈھیلی ہو جائیگی۔ اور برسوں کے سٹھے ہوئے مواد کو ابھرنے کے بجائے اُبلنے کا موقع ہاتھ آئیگا۔ اور اس وقت اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت سماج کا بگاڑ کس درجہ پہنچا۔ لیکن ہے کہ موجودہ پیمانہ اس کو ناپ بھی نہ سکے۔

اس آخری تجویز پر اگر عمل کر لیا جائے تو نتیجہ ثابت کرے گا۔ کہ اشرف المخلوقات انسان اور ایک سرکش گھوڑے میں کوئی فرق نہیں۔ کہ جب تک چار رسیوں میں جکڑا نظر ہے معقول ہے۔ اور جہاں بندش دور ہوئی پھر وہی شرارت و سرکشی۔

ایک انسانی مثال لے لیجئے کہ بعض لوگوں میں چوری یا دیکھتی کی عادت ہو جاتی ہے جو بے شک سوسائٹی کے لئے

ایک ایسا ہی زہر بلا پھوڑا ہے جیسے چند اوپر ذکر ہوئے۔ ایسے لوگوں کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ مارپیٹ کی جاتی ہے۔ لیکن کتنے چور اور ڈاکو ہیں جو جیل خانہ سے نکلنے کے بعد اس سوکھ سے باز آ جاتے ہیں۔ اور اس طریقہ علاج سے ان کا مرض دور ہو جاتا ہے۔ بیشک وہ قید کی مدت میں یہ کام نہیں کرنے پاتے مگر باہر نکلنے ہی پہلے سے زیادہ کرتے ہیں۔ یہ تو قحطی انسانی دماغ کی تشخیص اور تجویز جس کی غلطی اور نا کامی ہمیں صاف نظر آ رہی ہے۔ اس سے بالکل الگ ایک تشخیص و تجویز وہ ہے۔ جس کو ایک انسان نے وحی کی روشنی میں ساری دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کے مختصر الفاظ یہ ہیں۔

الأوان فی الجسد  
لمضغۃ اذا صلحت  
صلح الجسد کلہ و  
اذا فسدت فسد الجسد  
کلہ۔ الا وھی  
القلب۔

معلوم ہونا چاہئے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے جس پر انسان کی اچھا بھائی برائی کا مدار ہے۔ وہ جب ٹھیک ہو تو انسان ٹھیک ہوتا ہے۔ اور جب خراب ہو جاتا ہے تو انسان میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کا دل ہے۔

عقلیت و تہجد کا مضحکہ خیز مظاہرہ ہو گا اگر اس کو صرف اس لئے رد کر دیا جائے کہ یہ نظریہ ڈیڑھ ہزار برس پرانا ہے۔ یہ نظریہ ہماری اس فطرت کو سامنے رکھ کر پیش کیا گیا ہے جو اس سے بہت زیادہ پرانی ہے۔ انیسویں صدی میں لیبریا کے لئے کنین کا استعمال اس لئے نہیں ترک کیا جا سکتا کہ اس کی دریافت کسی گذشتہ صدی میں ہوئی تھی۔ اگر لیبریا کے اسباب نہیں بدلتے تو دوا کیسے بدل دی جائے۔ صحیح طریقہ پر کنین کے استعمال سے لاتعداد مریضوں کا لیبریا سے نجات پانا تشخیص و تجویز کی صحت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ تاہم اگر کسی زمانے میں کسی جگہ سماجی امراض کے بالکل ازالہ کا پتہ دیتی ہے۔ تو وہ انسانیت کے صحیح اور کامل ارتقاء کا صرف وہی دور ہے اور وہی ملک ہے جس میں اس نسخہ کا تجربہ صحیح طریقے سے کیا گیا۔

یہ آپ کا کام ہے کہ تاریخ میں اس زمانہ کا پتہ لگا کر اور اسکی تفصیلات دیکھ کر اطمینان کر لیں کہ مدعی کا یہ دعویٰ صحیح ہے۔ اور یہ بھی دیکھ لیجئے گا کہ وہ محاشرو کسی آہنی نظام حکومت میں کسا اور بندھا ہوا تھا نہ تھا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک تحصیلدار عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خیبر کے یہودیوں سے زرعی ٹیکس وصول کرنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ وہ یہودی ٹیکس میں تخفیف دلانے کے لئے بغیر کسی طلب کے رشوت کی پیشکش کرتے ہیں۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جانتے ہیں کہ جاسوسی کا کوئی سسٹم نہیں ہے۔ ان پر کوئی نگرانی نہیں ہے۔ مگر ان کا ضمیر بالکل نہیں پھسلتا۔ اور پوری نفرت اور حقارت کے ساتھ اس ناپاک پیشکش کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ یہودی ان کا منہ تنکے سے بچاتے ہیں اور ان کی زبان فقارہ خدا بن کر کہتی ہے کہ ”بے شک اسی انصاف کے بل پر زمین و آسمان قائم ہیں“

دوسری مثال لیجئے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ (جو صحابی نہیں ہیں۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئے) کو پوری اسلامی سلطنت (دوم و ایران کی سب سے بڑی شہنشاہیاں جس کا جز بن چکی تھیں) سپرد کی جاتی ہے وہ اپنے پیشروں کی روایات سے فائدہ اٹھا کر اسی اقتدار کو اپنی ذات اور خاندان کے لئے استعمال کر سکتے تھے۔ مگر ہوا کیا؟ انہوں نے ان تمام جاگیروں اور اموال کو جو شاہی خاندان اور امراء سلطنت کی ذاتی ملکیت بن گئے تھے۔ ہر قسم کے خطرات سے بے پرواہ ہو کر عوام کے خزانہ بیت المال میں واپس کر دیا۔ حتیٰ کہ اپنی بیوی (جو سابق خلیفہ کی صاحبزادی تھیں) کے گھر میں اس قسم کا قیمتی ہار دکھنا بھی گوارا نہ کر سکے۔ اور صاف کہہ دیا ”ای فاطمہ یا ام اس کو بیت المال میں واپس کر دو۔ یا مجھ سے تعلق ختم کر لو“

کیا نام نہاد جمہوریت اور وہ غریب راج، نے ایسی

کوئی مثال بھی پیش کی ہے۔ جبکہ اسلام نے ٹھیک شہنشاہ اور ملوکیت کے دور میں اپنی تاریخ میں ایسی ان گنت مثالیں چھوڑیں۔ مگر برا ہونا بینائی کا کہ اس پر تو سورج بھی اثر کرنے سے عاجز ہے۔ گو میرا مقصد مثالوں کا شمار کرنا نہیں ہے۔

نہ خود کو اتنی فرصت نہ اوراق میں اتنی وسعت۔ مگر ایک مثال اور پیش کرنا چاہتا ہوں۔ شاید مساوات کے سچے جو یا کچھ خور کریں۔ اس سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس دور کے سچے اور مخلص مساواتیوں کے لئے بھی مساوات اب تک ایسی خیال سے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ جی چاہتا ہے کہ وہ چشمِ تصور کی مدد سے چند لمحوں کے لئے اُس دور پر ایک نظر ڈالیں۔ جس میں اسلام کا صحیح تجربہ ہوا ہے ممکن ہے وہ اپنی اس ذہنی محبوبہ کو پیکر حقیقت میں دیکھ پائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلامی حکومت کے تیسرے خلیفہ ہیں۔ (انہیں خلافت اس وقت ملی ہے جب اسلامی فوجیں روم و ایران میں اپنی فتوحات قریباً مکمل کر چکی تھیں) اُن کی اس حیثیت کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد ذرا ایک واقعہ سنئے۔ ایک مرتبہ غصہ میں آکر اپنے کسی غلام کا کان کھینچ دیا۔

فوراً متبہ ہوا۔ اور اس سے کہا ”تو اس کے بدلے میں میرا کان کھینچ، اُس غریب کو کیسے برأت ہو سکتی تھی۔ لیکن انہوں نے خوشاندانہ اور حاکمانہ لہجوں کی پوری طاقت استعمال کر کے اُسے اس پر آمادہ کیا۔ اس نے تعمیلِ حکم میں مشکل کان پکڑ لیا۔ مگر ابھی ایک مرحلہ اور باقی تھا یعنی کھینچنا۔ اس کی برأت کہاں سے لائیے۔ بہت کتنے سننے سے کھینچا بھی تو بہت آہستہ سے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا ”مجھے اتنے ہی زور سے کھینچنا ہوگا جتنے زور سے میں نے کھینچا تھا۔ میں اس کے بغیر نہیں مانوں گا۔“

اب میں اپنے اصلی مدعی کی طرف آتا ہوں جو تشنہ تفصیل رہ گیا تھا۔ یعنی نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول

کی تشریح کہ "الا ان فی الجسد لمضغۃ الخ"۔ بتخصیصی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس تشخیص کی بنیاد پر آپ کی تجویز۔

آپ کی تشخیص کا حاصل تو یہ ہے کہ معاشرہ کا بناؤ بگاڑ، اصلاح و فساد اہل معاشرہ یعنی افراد کے دل کی حالت پر موقوف ہے۔ اگر دل میں بگاڑ آگیا ہے تو معاشرہ میں یہ امراض پیدا ہو جائیں گے اور افراد کا دل اگر درست ہے تو ان افراد کی ترکیب سے جو معاشرہ وجود میں آئیگا اس کی حالت بھی درست ہوگی۔ گو یا سوسائٹی کے ان امراض کو دیکھتے ہی افراد کے دل کے علاج کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اگر دل کی حالت بدل دی گئی تو بہت آسانی سے ان برائیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ ورنہ تو پوری عمر اسی میں صرف ہو جائے گی۔ اور امراض کا استیصال پھر بھی نہ ہوئے پائیگا۔ آج ایک پھوڑا اچھا ہوگا تو کل دوسرا پھوڑا دوسری جگہ نکل آئیگا۔ غرض جب تک دل میں سیلاب فساد موجود ہے وہ روزنت نئے راستوں سے باہر آتا رہیگا۔ سبب تعرض کے بغیر نتیجہ کے ظہور کو کوئی پیش بندی روک نہیں سکتی۔ کسی تیز دیا پر پل باندھ کر اس کا راستہ روکا نہیں جاسکتا۔ تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

اس بنا پر افراد انسانی کے قلوب کی اصلاح کے لئے آپ نے دو بنیادی چیزیں پیش فرمائیں۔ ایک ایمان باللہ۔ دوسرے ایمان بالیوم الآخر۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس بین حقیقت پر ایمان لائے کہ میرا اور ساری کائنات کا خالق ایک اللہ ہے۔ اسی طرح اس حقیقت کا بھی یقین کرے کہ اس سب کا حقیقی مالک اور حاکم بھی وہی ہے۔ ہر وقت ہر چیز پر اس کی نظر ہے۔ نہ اُسے دھوکا دیا جاسکتا ہے نہ کوئی بات چھپائی جاسکتی ہے۔ وہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔ غرض ساری اعلیٰ صفات اس میں پائی جاتی ہیں۔ کائنات کا وجود اور بقا پھر اس میں یہ ہمہ گیر نظم و ضبط عقلی ظہور پر بھی تقاضہ کرتے ہیں ایک ایسی ذات اور اس کی ان صفات کا۔

اسی طرح یقین کرے کہ موت سے کتاب زندگی بند نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا ایک دوسرا باب شروع ہوتا ہے۔ عمل کا باب ختم ہو کر جزا و سزا کا باب شروع ہوتا ہے۔ وہاں اس زندگی کا کیا دھرا سامنے آئیگا۔ باز پرس ہوگی۔ اور حسب استحقاق بہترین انعام یا بدترین عذاب دیا جائیگا۔ یہی عقل اور انصاف کا تقاضہ بھی ہے۔ لیکن عقل اگر اُس زندگی کا پورا داک نہیں کر سکتی تو کیا بات ہے۔ یہ عقل کا قصور ہے۔ نہ کہ ایک حقیقت کے بطلان کا ثبوت۔ خصوصاً جبکہ عقل کی شکست دور ماندگی اب کوئی چھپی ہوئی بات نہیں دیکھی ہے۔ اہد بڑے بڑے فلاسفہ و عقلا اس اعتراف پر مجبور ہو گئے ہیں کہ العقل لبس کل شیء عقل ہی سب کچھ نہیں ہے۔ کہ ہر بات کا فیصلہ کر سکے۔ ..... عقل میدان چھوڑ چکی ..... اب اس خالی میدان میں ایک شخص کتنا ہے کہ میں اللہ کا فرستادہ ہوں۔ اور اس مجھے خبر دی ہے کہ دوسری زندگی ضرور آئیگی۔ اور اس کی تفصیلات یہ ہیں۔ آپ تردید کس بنیاد پر کر سکتے ہیں جبکہ اس کو غیر بتائے کے لئے عقل کے پاس دلائل نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں اس شخص کی تردید یا تاہید کرنے کی ایک ہی صورت ہے۔ کہ اس شخص کی پوری زندگی کو سچائی کی کسوٹی پر کسا جائے۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال سے پرکھنے کا یہ عمل مسلسل ہو رہا ہے۔ لیکن نتیجہ برابر ایک ہی رہا۔ کہ صرف سچائی نہیں بلکہ ہر پہلو سے اس کی سیرت عام مصلح سے بہت بلند ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ انسانی میرقد کے چیمانے اُسے ناپنے کے لئے بے کار ہے۔ یہ سیرت کسی اور ہی پیمانہ کی ہے۔ یہ سیرت اگر کہیں اور بھی پائی جاتی ہے۔ تو صرف انہیں انسانوں میں جن کو انسانیت محمد کے علاوہ نبوت یا رسالت کا منصب عطا ہوا ہے۔ ان افراد کی نقد بق خود یہ شخص کر رہا ہے جس کو ہم اللہ کے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

عقل نے خود کو عاجز یا کسیرت سے شہادت طلب کی۔

بیان کے ہر ہر فقرہ سے ٹپک رہا ہے۔ حاشی اللہ ماہذا !  
بشمار۔ اِنْ هَذَا اِلَّا مَلَكٌ كَمَا جِئْتُمْ بِمِثْلِهِ فَمِنْكُمْ مُّسْلِقٌ وہ خود اپنے متعلق  
صفائی سے پکار رہا ہے۔ نہیں! ہرگز نہیں! میں پیکر نوری نہیں  
تمہاری ہی طرح جس دعا کی ہوں۔ ہاں بس افضلیت اتنی ہے کہ  
اللہ نے مجھے اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا ہے۔

اِنَّمَا اَنۡا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰی  
اِلَیَّ اَنۡمَآ اِلَہُکُمۡ اِلَہٌ  
وَاحِدٌ وَّ مَّا کَانَ  
یَرْجُوۡلِقَآءُ رَبِّکُمْ فَلِیُفۡعَلْ  
عَمَلًا صَٰلِحًا وَّ  
لَا یُنۡشِرِکَ بِعِبَادَۃٍ  
سَربَہٗ اَحَدًا ؕ

ممكن ہے کہ ضمنی بات کی طوالت نے اصلی بات بے لاد دی ہو۔  
اس لئے پھر اجمالی احادہ کرتا ہوں۔ اللہ کے پیغمبر نے اللہ کی جانب  
سے ان امراض کے ازالہ کے لئے یہ چند یقین پیش کئے ہیں۔ اللہ  
کی ذات کا یقین۔ اس کی صفات کا یقین۔ موت کے بعد جہنم اور منزل  
والی زندگی کا یقین۔

دینا انصاف سے کہے۔ کیا جس معاشرہ کے افراد کے  
دل ان چند یقینوں سے لبریز ہوں گے وہاں یہ امراض پنپ سکیں گے؟  
جو آج عام ہیں؟ یہ برائیاں باقی رہ سکیں گی جو آج غالب ہیں؟  
گو یا یہ مادہ فاسد کے مقابلہ میں صالح مواد ہے۔ شراب خون  
کے مقابلے میں اچھا خون ہے۔ خارجی صحت مندی جس کے تابع  
ہوتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ یقین زندہ اور طاقتور ہوں جن  
میں بری خواہشات کے آئے آنے کی طاقت ہو۔ جو مادہ فاسد  
کے عمل کو روک سکیں۔ اچھے خون کے یہ قطرے اگرچہ چند ہیں مگر  
کافی ہیں بشرطیکہ گرم ہوں۔ اگر گرمی کی جگہ سردی لے لے تو پھر  
اس مقصد کے لئے اُن کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

..... مسلمانوں میں ہیں مگر سرد.....

اللہ کے رسولؐ نے عبادات کا نظام اسی آگ کو ہاٹیتے  
رہنے ہی کے لئے پیش کیا ہے۔ لیکن یہ عبادات اگر صرف رسوم  
بن کر رہ جاتی ہیں تو اس مقصد کے لئے مفید نہیں رہتیں.....  
..... مسلمانوں کی عبادات کا آج یہی حال ہے۔ اور انکی بے اثری کا  
یہی راز ہے۔

ہاں اس اندوہی اصلاح کی طرف اصلاً اور اولاً توجہ دینے  
کے ساتھ ساتھ خارجی علاج کا بھی پورا اہتمام کیا جائے۔ یعنی غریبوں  
کی بھوک اور افلاس کے ازالہ کی کوشش کی جائے۔ والدaroں کے  
اموال کو خزانوں کی شکل نہ اختیار کرنے دی جائے۔ فضول خرچی  
کے مواقع ختم کئے جائیں۔ مثلاً بوا۔ شراب۔ سینما اور تفریح کے  
وسائل۔ کہ یہ چیزیں بہت سی برائیوں کے لئے ترغیبات بنتی ہیں۔  
جیسے رشوت، بددیانتی وغیرہ۔ بے حیائی اور بد اخلاقی کی ترغیبات  
دور کی جائیں۔ مثلاً بے پردگی، غیر مردوں عورتوں، لڑکوں اور لڑکیوں  
کا اختلاط۔ ورنہ ان مذکورہ اور ان جیسی بہت سی غیر مذکورہ برائیوں  
کی موجودگی میں کمال اصلاح کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔  
حاصل مدعا یہ ہے کہ اگر ہم ادا معاشرہ طبیب انسانیت کے اس  
نسخہ کو پوری ہدایات کی رعایت کر کے استعمال کئے تو صحت کامل میں کوئی  
شبہ نہیں۔ اطمینان کے لئے پہلا تجربہ موجود ہے۔ ورنہ صرف ظاہری  
لیپ پوت اور خارجی مرمی پر اعتماد اور غلط طریقہ علاج کے ماتحت  
روزنت لئے نجات کی مشقی ستم اس مریض کو دہیں پہنچا کے رہیں گی۔  
جو اس غلط اندیشی کی آخری منزل ہے۔

فَانظُرُوا اِلَآ مَا مَعَكُمۡ مُّنۡتَضِلُوۡنَ ؕ

بقیہ ص ۳۶۔ لعنت ہو اس تہذیب ترقی پر جس نے انسانی زندگی کو شرافت  
و قسط ہی کو خارج کر دیا اور انسان کو میلان بنا دیا ہے۔ مگر آخر میں یہ مسلمانوں کی  
جو پھر بھی مغربی تہذیب اور آرٹ پر مرے جا رہے ہیں۔ اللہ ان کو  
عقل و بصیرت عطا فرمائے۔



# فلسفہ حج

(حضرت مولانا محمد نافع صاحب جامع محمدی شائع ریف)

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

ذوالحجہ اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے۔ اور ماہ محرم سال کا ابتدائی مہینہ ہے۔ ابتدا بھی اسلامی سال کی گونا گوں فضائل سے ہوتی ہے۔ اور انتہا بھی بیشمار برکات پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس ذوالحجہ اور دیگر ذی احترام مہینوں کا ذکر الحج افشہ معلومات (دع کے چند خاص مہینے ہیں) اور اشہر الحرام کے الفاظ سے فرمایا ہے۔ دینائے اسلام میں اس مبارک مہینے کو خاص قسم کی غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ دیگر غیر مسلم اقوام کے ہاں بھی اپنے اپنے سال کے اول یا آخر میں ایک مخصوص قسم کے ایام، خاص قسم کے رسومات پر مشتمل ہوا کرتے ہیں۔ ان دنوں اپنے ملک و قوم کی راہ و رسم بڑی آب و تاب سے ادا کی جاتی ہے مثلاً کرسمس ٹے دسمبر کے آٹھویں دسیوی سال کے اختتام پر، بڑے دھوم سے منائے جاتے ہیں۔ محکمات حکومت میں تعطیلات ہوتی ہیں۔ عیسائی دنیا اس اپنے سال کی آخری تقریب پر قومی شکار و مذہبی مقصدات کا اظہار بڑی مسرتوں سے کرتی ہے۔ عیسائی ممالک میں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ بلکہ انکی نقالی میں لکھے زیر اثر ممالک بھی اپنے اپنے آقاؤں کی خوشنودی میں ان مراسم کو بڑے اہتمام سے بجالاتے ہیں۔ مگر اس سب تک و دو کا حاصل طبائع کی تفریح کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اس تمام تنگ و احتشام کے تحت ہنگامہ آرائی کے علاوہ کوئی بہترین مقصد پوشیدہ نہیں ہوتا۔ اس سادھی ہوم دھام میں نمائش و نمود کے سوا کوئی حقیقت مسلمہ وابستہ نہیں ہوتی۔ غرض

دن

بیت اللہ کی مجال تاتالا

اختیار کے ہاں سال کے اول آخر میں بیسویں قسم کی تقریبیں ملیں گی۔ جو انتظام و انتظام سے پوری آراستہ و پیراستہ ہونگی۔ لیکن حقائق و اسرار کے اعتبار سے یکسر خالی ہو جائیں گی۔ اس کے خلاف اسلامی رسوم عموماً اور ذوالحجہ کے مراسم خصوصاً بے شمار فضائل مذہبی و دنیاوی کے حامل ہیں۔ اس مہینے میں اہم فریضہ خداوندی اپنے شرائط و آداب کے ساتھ مقدس ارض حجاز میں ادا کیا جاتا ہے۔ ملت حنیفہ کے ابراہیمی شعائر ان دنوں بجالائے جاتے ہیں۔ ان ایام عشرہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ شرف بخشا ہے کہ سال کے دوسرے حصوں کو نہیں نصیب ہو سکا۔ ہفتہ کے تمام دنوں پر حجہ کو جیسے فضیلت ہے ایسا ہی سال کے تمام دنوں پر یوم عرفہ کو فوقیت حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایام کے متعلق فرمایا ہے مَا مِنْ اَيَّامٍ اَوْ لَعَلَّ الصَّالِحَ فِيْهِمْ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشْرِ لَا اَخْرَجَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (ترجمہ) کوئی دن ایسے نہیں ہے کہ عمل صالح ان میں اللہ تعالیٰ کو محبوب تر ہو ان دس دنوں سے۔ یعنی ان عشرہ ایام دس دن) میں اللہ تعالیٰ کو عمل صالح بہ نسبت دوسرے دنوں کے زیادہ پسند ہیں۔ ان دنوں روزہ رکھنا بھی مستحب طریقہ ہے۔ افضل ترین عمل ان دنوں حج بیت اللہ شریف ہے۔ بیت اللہ زمین پر آبادی کے لحاظ سے سب سے پہلا مکان ہے۔ اور کوثہ ارضی کے وسط میں واقع ہے۔ یہ وہ بابرکت مقام ہے جسکو تمام انسانوں کے والد بزرگوار آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہما السلام جنت پہنچا دے گا (نزول) کے بعد آباد کیا۔ انہی مقدس مقامات میں عبادات اور اطاعت خداوندی میں دونوں مشغول ہے۔ انکے دنوں بعد



واحد مقام متعین ہو۔ اور اسکی حاضری ہر فرد موحّد کے لئے بشرط وسعت ایک دفعہ لازمی قرار دیا جائے۔ ذیل کی آیات میں اس مطلب کو واضح فرمایا ہے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکرمبارکاوہدی للعلیین۔

فیہ آیات بینات مقام ابراہیم۔ ومن خجلہ کان امنّا۔ ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً۔ پ ۴ سورہ آل عمران (ترجمہ) بلاشبہ پہلا گھر جو انسان کے لئے (غدا پرستی کا معبود و مرکز) بنایا گیا ہے وہ یہی ہے جو مکہ میں ہے۔ برکت والا ہے تمام عالم کے لئے۔ سرچشمہ ہدایت ہے۔ اس میں (دین حق کی) روشن نشانیاں ہیں۔ یہ مقام ابراہیم ہے۔ جو اسکی حد کے اندر داخل ہوا وہ امن میں آگیا۔ اور لوگوں پر اللہ کی طرف سے واجب ہے کہ بیت کی حج کریں اگر اس تک پہنچنے کی قدرت پائیں۔

اس کے بعد یاد رہے کہ ماہ ذوالحجہ میں یہ "فریضہ حج" خاص مقام اور مخصوص منافع پر مشتمل ہے۔ ان کی پوری تعداد و شمار تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ البتہ سلف صالحین اور علمائے اسلام کے بیان فرمودہ اسرار و حقائق سے چند ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ جن حضرات کو اس اہم فریضہ خداوندی کے فوائد معلوم کرنے کا اتفاق نہیں ہوا وہ متشغع ہو سکیں۔ اولاً معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا میں لوگ متعدد سفر کرتے ہیں۔ کوئی سیر تفریح کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔

کوئی تجارت وغیرہ کے لئے ہوتا ہے۔ اور کئی سفر مختلف اغراض کے ماتحت شرق و غرب میں روڑرہ ہوتے

ہیں۔ اسلام میں یہ سفر حج باقی تمام سفروں ایک خاص نوعیت کا سفر ہے۔ دوسروں اسکی بالکل جداگانہ حیثیت ہے۔ جہاں دوسرے سفروں میں کئی قسم کے اغراض مد نظر ہوتے ہیں۔ یہاں ان کی ایک ایک نفعی کی جاسکتی ہے۔ روٹی کمائی

مقصود نہیں ہوتی۔ کوئی ڈگری حاصل کرنی مقصود نہیں ہوتی، جاہ و حریت کی آندو ملحوظ نہیں ہوتی، کسی کی ملاقات اور خوشنودی حاصل کرنی منظور نہیں ہوتی۔ ہونا کیا ہے؟ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنے اور فرمان بجالانے کیلئے متلّع سفر یا ندھا جاتا ہے۔ گھر بار چھوڑا جاتا ہے۔ بیوی بچوں کو خیرج و انراج دے دلاکر ان سے جدا کی اختیار کی جاتی ہے۔ اقارب و احباب کو چھوڑ کر ایک طویل سفر کی راہ لی جاتی ہے۔ بلکہ کاروباری آدمی اور تاجر، دوکاندار وغیرہ اپنے تمام مشاغل اور ذرائع آمدنی کو چھوڑ کر اللہ کی راہ میں جانے کو ہمتن تیار ہو جاتا ہے۔ حضرات! یہ تمام تر اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے بندے کے دل میں خوف خداوندی پوری طرح

موجزن ہے۔ اپنے آقا کی اطاعت کا جذبہ اس میں صحیح طور پر پایا جاتا ہے۔ مولا کے فرمان کے پیش نظر اپنے تمام آسائش و آرام کو ترک کر سکتا ہے۔ اگر کسی وقت خدا کی راہ میں اس قسم کی تکالیف برداشت کرنی پڑیں تو بہ خوشی ان کے اٹھانے کی قوت رکھتا ہے۔

ثانیاً۔ واقعہ ہے کہ ایام حج میں عرفہ کے دن کے اجتماع کی ایک عالمگیر مجمع کی حیثیت سے ہر بھر ایک دفعہ ہی میسر ہوتا ہے۔ یہ ماہی درجہ کا اجتماع ہے۔ اس سے چھوٹا سال بھر میں عیدین (عید الفطر و عید الاضحیٰ) کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے۔ اس سے مختصر جمعہ کا ہفتہ واری اجتماع ہوتا ہے۔ اس سے قلیل درجہ کا پنجگانہ اجتماع روزانہ پانچ دفعہ اسلام میں مانج ہے۔ البتہ حج والا مجمع سب سے عظیم ترین ہے۔

یہ اللہ والوں کا اجتماع کلاں خاض نویوں کو ضمن میں لئے ہوئے ہوتا ہے۔ اس کے ترکیبی اجزاء مختلف ممالک شرق و غرب کے رہنے والے ہوتے ہیں۔ کوئی عربی ہے۔

کوئی ترکی ہے۔ کوئی مصری ہے۔ کوئی ہندی۔ کوئی پاکستانی ہے۔ کوئی چینی۔ کوئی جاوی۔ شہران کے مختلف۔ زبانیں جدا جدا۔ تو میں الگ الگ۔ رنگ و صورت طلیحہ علیہ عرض لباس و وضع قطع تک ایک دوسرے سے متفرق ہوتے ہیں۔ مگر تمام ایک مقصد کے لئے ایک لباس میں، ایک وقت میں، ایک آواز کے ساتھ لٹیک، لٹیک کہتے ہوئے آکر ارکان مخصوص ادا کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ تمام حاجی اس ندائے ابراہیمی پر عمل جواب پیش کرتے ہوئے آکر حاضر ہوتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ چار ہزار برس قبل ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی تھی۔..... واذن فی الناس بالحدیج یا لولک رجلا وعلی کل ضامریا تین من کل فج عمیق لیشہدا وامنافع لہم۔ (سورہ حج پ) ترجمہ ہدای ابراہیم، لوگوں میں اعلان کیجئے حج کے متعلق تاکہ آئیں تیری طرف پیدل چل کر اور ڈبلے اونٹ پر سوار ہو کر زمین کے ہر بعد راستہ سے پہنچیں۔ تاکہ دیکھ لیں منافع جو ان کے لئے ہیں۔ اسلام کے اس عظیم ترین اجتماع میں اخوت دینی کا جیسا مظاہرہ ہوتا ہے۔ مقصد کی ہم آہنگی اور ہم خیالی آپس کے رشتہ محبت کو مضبوط تر بنادیتی ہے۔ رنگ، نسل، وطن کے گونا گون اختلافات کے باوجود ایک قسم کی یہ یکانگت ازراہ اخلاص و ایثار اور خاص طرح کا اتحاد دلوں میں طبعاً پیدا ہو جاتا ہے۔ شاندار اجتماع کے بہترین فوائد و ثمرات اہل اسلام کو ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہیں۔ باقی اقوام کو اپنے مجامع میں یہ منافع ہرگز حاصل نہیں۔ دنیا کی تو میں ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ اکٹھی ہوتی ہیں۔ مگر معلوم ہے کس طرح کے نتائج و اثرات پیدا ہوتے ہیں؟ آہ..... ایک دوسرے کا گلا گالنے اور دھوکہ ختم کرنے کے لئے میدان جنگ میں اترتی ہیں۔ یا بڑے نام

صلح کا فخر نسوں میں ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں۔ تاکہ تقسیم ممالک کے ذریعہ قوموں کے جغرافیائی اور طبعی روابط کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جائے۔ اور ابد الابد جا تبین کو ملکی نزاعاً میں پھنسا کر رکھ دیا جائے۔ یا مجلس اقوام میں ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔ لیکن خیر خواہی اور نفع رسانی کے لئے نہیں۔ بلکہ دوسروں کو دھوکہ میں ڈال کر اپنے اپنے سیاسیات و اقتصادیات میں جیتنے کے لئے قریب و دجل کے جال بچھا کر غیروں کو نیچا دکھانے کے لئے کہنے کو نام تو سلامتی کو نسل رکھا جاتا ہے۔ پر دراصل اپنے اپنے مفاد کی نگاہ داشت اور اپنے اغراض کے تحفظ کا ادارہ سمجھتے۔

الحاصل۔ اخلاص، احسان، محبت، مودت، مروت جیسے تاثرات سے ملاقات کرنا اس مجمع عظیم میں مسلمانوں کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ثالث..... اس موقع پر جب مختلف ممالک سے مختلف افراد جمع ہوتے ہیں۔ تو ایک دوسرے کے ملک کے تجارتی، صنعتی، زرعی حالات و کیفیات سے آگاہ اور مطلع ہوتے ہیں۔ ان اقتصادیات پر تبادلہ خیالات و ہر قسم کی گفتگو میں ہوتی ہیں۔ ایک ملک کے مصنوعات اور تیار کردہ اشیاء دوسرے ممالک تک سہل طریقہ سے پہنچتے ہیں۔ اس صورت سے بیک کر شہد دو کار ہوتے ہیں۔ دینی مفاد کے ساتھ ساتھ دنیوی منافع بھی میسر ہوتے ہیں۔

رابع..... یہ پتہ ہے کہ جب انسان اس فعل خیر کا ارادہ مصمم کر لیتا ہے تو انسان کا نفس لازماً نیکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ برائیاں چھوڑتا ہے۔ سفر سے پہلے ہی یہ فکر امن گیر ہوتی ہے کہ خدا کرے کہ یہ کار خیر میری قسمت میں لکھا ہو۔ عام لوگوں سے اجباب و اقارب سے حق و حقوق بخشوایا ہے۔ ہر ایک صاحب حق کو راضی کرنے کی سعی کرتا ہے۔

یہیں گھرتے ہی برائیاں ترک کر دیتا ہے۔ بلکہ آگے چل کر اور اہم کے وقت تو پرتیز کار رہنا پڑتا ہے۔ بدکلامی ناجائز ہوتی ہے۔ جھگڑا اور نزاع حرام ہو جاتا ہے۔ بے حیائی اور بددیانتی کسی صورت میں نہیں کر سکتا۔ ارد گرد کا ماحول کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ہر ایک محرم ہے۔ ہر وقت اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کی صدا زبان پر ہے۔ ان حالات میں بدکاریاں خود چھوٹ جاتی ہیں۔ گویا بیت اللہ کی حاضری سے قبل ہی سب بد اخلاقیات دور کر کے پورا مذہب اور شائستہ انسان بن جاتا ہے۔

غامساً..... حج کے تمام اعمال و افعال خداوند کریم کی شان محبوبی کے سامنے اظہارِ عہودیت اور ظہورِ شتیاق کی صورتیں ہیں جیسا کہ عاشقِ فرط شوق کی وجہ سے تمام چیزوں سے بے غرض ہو کر محبوب کی حُب میں محو ہو جاتا ہے۔ سب تعلقات منقطع کر کے ایک ہی لکھن میں لگا رہتا ہے۔ ایسا ہی مردِ مومن (محرم) اپنے حقیقی مولا کے شوق میں۔ و بمقتضائے بشریت وجد میں ہے۔ فقیرانہ لباس ہے۔ سر کھلا ہوا ہے، بال بکھرے ہوئے ہیں، ناخن بڑھے ہوئے ہیں، پریشان صورت ہے، کبھی غرہ لگائے ہوئے چلا جاتا ہے، کبھی وجد میں گھومتا پھرتا ہے۔ کبھی ادھر سے ادھر نکل جاتا ہے۔ اور کبھی ادھر سے ادھر نکل آتا ہے۔ کبھی میلان (عرفات) میں جا کر عاجزی و زاری کرنے لگ جاتا ہے۔ ان حالات میں ناصح نادان (شیطان) کے مکان پر سنگ باری (رحمی ہجرات) کرتا ہے۔ یہ تمام نوافعال حج والہانہ کیفیات ہیں۔ جن کو طواف و سعی وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

سادساً..... معلوم ہونا چاہیے کہ مراسم حج دراصل شعائر اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ سابقہ انبیاء علیہم

السلام کی یادگاریں متواتر رہیں۔ جن کے عملی طور پر احیاء کا حکم دیا گیا ہے۔ خداوندی فریاد ہے کہ مِلَّةُ اِبْنِکُمْ اِبْرٰہِیْمَ (ترجمہ) اپنے باپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قفوا علی مشاعرکم فانکم علی ارض من ارض ابراہیم (ترجمہ) اپنے مشاعرہ قائم رہو تم اپنے باپ ابراہیم کے ورثہ پر ہو۔ عرفات میں قیام کرنا حضرت آدم و حضرت نوح علیہما السلام سے جاریہ ہے۔ ان دونوں حضرات نے اس مقام پر توبہ، استغفار و دعا تضرع کی تھی۔ رحمی ہجرات ابراہیم علیہ السلام سے طریقہ جاریہ ہے۔ ہدی کی قربانی نیز ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صفا اور مروہ میں دوڑنا حضرت ہاجرہ سے شروع ہوا ہے۔

اب تفصیلت حج کی دو احادیث کو حقائق اور اسرار حج کے آخر باب میں ذکر کر کے یہ باب ختم کیا جاتا ہے۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من حج البیت فلم یوفت ولم یفسق خراج من خلوقہ کیومر ولد تاء امہ بخاری۔ (ترجمہ) جس شخص نے بیت اللہ کی حج کی اور کوئی بدکلامی اور بدکاری نہیں کی۔ وہ شخص اپنے گناہوں سے ایسا دور ہو جاتا ہے جیسا ماں نے اب جنا ہو۔

والحج المبرور والیس لہ جزاء الا الجنة۔ (مسلم بخاری) (ترجمہ) مبرور حج کی جزا جنت ہی ہے۔ یعنی مبرور حج جہیں گناہ کی بات سے محفوظ رہا۔

قربانی کے متعلق چند کلمات ذوالحجہ کے رسوا اسلامیہ میں قربانی (اضحیہ)

ایک اہم چیز ہے۔ اس کے فوائد و فضائل کے متعلق چند مفید کلمات ذکر کئے جاتے ہیں۔

حضرات! اسلام میں قربانی مردِ جبہ کی مبارک رسم کوئی

نئی چیز نہیں ہے۔ اہم سابقہ میں بھی یہ رسم کئی گونہ اختلافات کے ساتھ چلی آئی ہے۔ ہاں یہ ہتوار ہے کہ بعض اقوام نے اسمیں ادائیگی کے غلط طریقہ کو رواج دے دیا۔ کسی نے کیطرح اس رسم میں قربانی پیدا کر لی۔ کسی نے اللہ تعالیٰ کے بغیر بتوں وغیرہ کے نام قربانی دینی شروع کر دی۔ بلکہ بعض کٹھانی اور رومانی اقوام کی یہاں تک دزدگی منقول ہے کہ زندہ انسان کی قربانی خاص خاص مقامات مجوزہ پر دیا کرتے۔ اسی طرح مصری لوگ اسلام پہلے دیاٹے نیل کو ایک نو جوان زندہ لٹکی ہر سال دیا کرتے۔ حضرت عمرو بن العاص صحابیؓ اس انسانیت سوز رسم کو جا کر ختم کرتے ہیں۔

سب سے پہلے آدم علیہ السلام کے بیٹوں قابیل اور قابیل نے بارگاہ خلافت میں قربانی پیش کی تھی۔ قابیل کی قربانی مقبول ہوئی۔ اور دوسرے قابیل کی منظور نہ ہو سکی۔ یہ واقعہ میں اپنی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ اس کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام بھی وقتاً فوقتاً حسب حکم قربانی پیش کرتے رہے ہیں۔ اور یہود میں قربانی دہمی اور غیر دہمی کے نام سے مروج تھی۔ البتہ اسلام میں مروجہ قربانی اپنی ملت حنیفہ کے مقتدا اعظم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مشہور واقعہ کی زندہ تصویر ہے۔ جبکہ انہیں خواب میں اپنے بیٹے اسمعیل علیہ السلام کا حکم الہی ہوا تھا۔ پھر اسکی بجائے عظیم کو تعبیر صادق قرار دیا گیا۔ اسی چیز کو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا جبکہ سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ ما ہذا لا الاضاحی (ای اللہ کے رسول اس قربانی کی کیا کیفیت و نوعیت ہے؟) جواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنۃ ابراہیم (تمہارے باپ ابراہیم کا طریقہ جاریہ ہے)۔ پھر سوال کیا گیا کہ... فما لنا فیہ یا رسول اللہ۔ (یا رسول اللہ ہمیں ان سے کیا نفع ہے؟) جواب میں فرمایا کہ... لکل شعہ حسنۃ۔ (ایک ایک

بال کے بدلہ میں نیکی ہے)۔

یہاں سے غرض اور حکمت قربانی آشکارا ہوتی ہے۔ (۱)۔ اول یہ کہ تمام ملت ابراہیمی میں منسلک ہونے والے لوگ عربی ہوں یا عجمی، تنکی ہوں یا افغانی، سب سے پہلے آقا کریم کی بابرکت یادگار کا عمدہ طریقہ صحیح التزام کیا تھا کسی ملیشی کے بغیر ابتداء اسلام سے لیکر آج تک جاری ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہیگا۔

(۲)۔ دوسرا اس میں اپنی کمال عبودیت کے اظہار اور کامل اطاعت کے مظاہرہ کا مقصد ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تمام مال و جان قربان کرنے کا جذبہ مسلمانوں میں صحیح طور پر موجود ہے۔ اور ہر چیز کو اس کے فرمان پر قربان کر سکتے ہیں۔

(۳)۔ تیسرا یہ کہ حقیقت میں یہ قربانی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے احسان کا شکر یہ سجایا جاتا ہے۔ کہ اس جانوروں کو ہماری ضرورتوں پر لگایا۔ اور انکو ہماری غذا کیلئے عطا کیا۔ (۴)۔ چوتھا یہ کہ جانوروں کا گوشت مسکینوں اور فقیروں کو کھلا کر خدا کی نوشنودی حاصل کی جائے۔ جن مغربیوں کو کبھی گوشت جیسی نعمت نہیں نصیب ہوئی وہ کم از کم سال بھر میں ایک دفعہ تو اللہ تعالیٰ کی حمدانی سے حصہ حاصل کریں۔

دراصل یہ قربانی کے تین دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حمدانی کے دن ہیں۔ اس لئے ان دنوں روزہ رکھنا ناجائز قرار دیا گیا۔ تاکہ خداوند کریم کی ضیافت سے اعراض لازم نہ آئے۔

یہ ہیں ذوالحجہ کے رسومات اسلامی جن کے فوائد و فضائل مختصر گوش گزار کئے گئے ہیں۔

# قوم کے جوانوں کے نام

(محترم شمس صاحب لانگری)

خاک میں یا محفوظ رہ کر اپنے قائد کے حکم سرکاری نہ کیجئے۔ اس کے نیک اشارہ پر جان تک دیدیجئے۔ اور سمجھ لیا جائے کہ ہم اپنی کل کائنات کے ساتھ اس کے ہاتھ پر فروخت ہو چکے ہیں۔ تازہ انقلاب عالم اسلامی کو ترقی و عروج حاصل کر نیکاسنہری موقع دیا ہے۔ اور ترقی کے وہ اصول بھی اختیار کرو جنکی پابندی مژدوں کو زندہ اور کمزور دل کو توانا بنا سکتی ہے۔ اور گذشتہ اُن اسباب پر بھی نظر ڈالو جنہوں نے عالم اسلامی کو عروج سے پستی میں پہنچا دیا۔ تاکہ اس عبرت سے تمہارا پاؤں میں آئینہ لغزش نہ ہو پٹے بہتر لکھیل کی چال سے دینے عالم میں پھل رنج گئی ہے۔ کم ظرف انسانوں کا اجتماع ایک مرکز پر جمع ہو رہا ہے۔ مادہ کی تولید اپنے دائرے میں سرگرداں چکر لگا رہی ہے۔ تن و دھن ایک طرف برسرِ بکار ہیں۔ اور دمن بچا رہ محو حیرت ہے۔ کیونکہ چشم دل مادہ پرستی میں طمانین ہو سکتی۔ روحانیت کی دنیا کائنات کے اندھیرے میں مقید ہو چکی ہے۔

اے پاکستان دونیلے اسلام کے مجاہدو! اس بھٹکی ہوئی قوم کی رہنمائی کی اسد ضرورت ہے۔ اور سوائے اسلامی آئین کے اور کوئی طاقت اس قوم کی رہنمائی نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں کے رسم و آئین سے خدا تعالیٰ کی مخلوقات کو ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

گر کہاں رسم و آئین دگر بہت + سطوت پرواز شاہین بگاست  
(اقبال)

اسلام نے انسان جیسی فرائض پرستی کو بتایا ہے کہ کائنات کی ہر چیز قدرت کی اطاعت میں ناقابلِ شکست زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔  
افخیر دین اللہ یغور ولیہ اسلام منہ فی السملوت و  
الارض طوعاً و کرہاً والیہ یرجعو۔ (آل عمران) کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں؟  
اللہ کا دین تو یہ ہے کہ زمین آسمان میں جو بھی چیز ہے۔ وہ اُسی کی فرمانبرداری میں لگی ہوئی ہے۔ اور اسی کی طرف سب کو رجوع کرنا ہے۔ یہی اطاعت جس کا نام اسلام ہے ایک پاک مسلم کا حسن و جمال، اسکی زندگی کا نصب العین اور اس کی نیکیوں کا سنگ بنیاد ہے۔ صحابہ کرم رض کی زندگی اسی اطاعت و تسلیم و رضا کا نتیجہ تھی۔ کہ اُن کا ہر خادم مخدوم بنا۔ اُن کا ہر مطیع پیشوا کی کے لائق بنا۔ اُن کے ہر محکوم پر سرداری کا تاج رکھا گیا۔ اور اُن کے ہر مقتدی کو امامت و قیادت کی عورت حاصل ہوئی۔  
غرض دنیا میں ہر قوم کو قربانیوں، فرمانبرداریوں اور سمعنا و اطاعت کی صداؤں کے جدید کامیابی کی جھلک نظر آتی ہے۔ کیونکہ ہمیں بچھا گیا کہ اپنے سرکار کی حکم عدولی سے کسی فوج نے کوئی ملک فتح کیا ہو۔ اور بغیر اطاعت و قربانی کے کوئی تحریک اپنی منزل مقصود نہ پہنچی ہو۔ اطاعت یہ نہیں کہ اپنے مطالب کے لئے سمعنا و اطاعت کا شور بلند کیا جائے یا زبان سے اقرار کر کے اسکو محل کے دروازے سے خارج کر دیا جائے۔ اطاعت یہ ہے کہ خواہ وہاں جابا ہے۔ مال و دولت برباد ہو یا باقی رہے، عزت و ابرو







رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶۵۰

ستمبر ۱۹۵۰ء